وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنعَمَ اللّٰهُ عَلَيهِم

حُبِ نبیؐ



محمد عبدالوہاب عندلیب

مطبع اعظم جاہی حیدرآباد دکن میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حُبِّ نبی

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فقال اللہ جل و علا۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ جو شخص اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی محبت رکھتا اور ان کی اطاعت کرتا ہے وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ سبحانہٗ نے انعام کیا۔ وہ لوگ انبیاء (علیہم السلام) و صدیقین اور شہداء و صالحین ہیں ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

اطاعت لازمۂ محبت ہے

حضرات! اطاعت کا ترجمہ "محبت" ہم نے جو کیا ہے اس سے آپ کو تعجب ہوگا لیکن اگر آپ نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع ہے اور اس کا نتیجہ معیت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جسکو وہ محبوب جانتا ہے۔ اسی طرح اس آیۃ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو محبوب جانتا ہے تو اس کا حشر بھی انبیا علیہم السلام اور صدیقین۔ شہداء و صالحین کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء میں اس کا محبوب بھی ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کے محبوب کے محبین و محبوبین یعنی انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء۔ صالحین۔ تو آیۃ کریمہ میں جس معیت کا ذکر ہے وہ در اصل نتیجۂ محبت ہے۔ اور محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع۔

اس کا دوسرا شاہد اس آیہ کریمہ میں ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ اے نبی کریم! آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب جانتے ہو تو میری طاعت و اتباع کرو۔ پس ظاہر ہے کہ بغیر اس کے دعوے محبت فضول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم ہے

قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو مسلمانوں پہ لازم گردانا ہے۔ لیکن محبت ایسی ہو کہ اس کے مقابلہ میں کسی اور چیز کی محبت دل پر غالب نہ ہو۔ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اے نبی کریم! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ یا بیٹا بیٹی۔ بھائی بند۔ بی بیاں قرابتدار اور دوست احباب اور تمہارا مال و متاع اور تجارت جسکے بگڑ جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں یہ سب اللہ اور اس کے

رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ تر محبوب ہیں تو اللہ سبحانہ کے حکم کا انتظار کرو۔ اللہ فسق کرنیوالی قوم کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جملہ محبتوں سے زیادہ ہونی چاہیئے

اس آیۂ کریمہ میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیئے ان کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کی پرواہ ہو نہ اولاد و برادری کی اور نہ کسی اور کی۔ یہ تو جان کی دوستی تھی اسیطرح نہ مال و متاع کی دوستی ہو اور نہ تجارت وغیرہ معاملات کی نیز مکانات وغیرہ کی بھی اتنی محبت نہو۔ جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں انکو اعلان دیا گیا ہے کہ خلاف کرنیوالے یا تو اسی دنیا میں کسی بلا میں مبتلا ہونگے یا آخرت میں اُن سے بازپرس ہوگی اس کے ساتھ اللہ پاک نے خلاف کرنیوالے لوگوں کو فاسقین کے لقب سے یاد فرمایا ہے اور آئندہ اُن کو راہ راست نہ دکھانے کی وعید شدید سنائی ہے۔ یعنی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام قرابتداروں اور مال و متاع سے زیادہ محبت نہیں کرتے وہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور اللہ سبحانہ بھی انکو راہ راست نہیں دکھاتا ہے۔

کمال ایمان کیلئے حُبِ نبیؐ شرط ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور مسلم شریف و نسائی شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آنحضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ تم میں کا کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا اسوقت تک کہ میری محبت اسکے دل میں اپنے بچوں اور ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہو۔

محبت پیدا کرنیکا ایک طریقہ

اس بیان کے سننے سے آپ گھبرائیں نہیں کہ اللہ اور اس کے

رسول کے ساتھ ایسی محبت پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ مشکل نہیں ہے۔ آسان ہے بشرطیکہ ایک طریقہ اختیار کیا جائے۔ فرض کیجیے کہ آپ کو اپنے بچہ سے زیادہ محبت ہے یا اور کسی رشتہ دار سے۔ لیکن یہ محبت آپ کے اختیار سے نہیں ہے طبیعت اسکی مقتضی ہے۔ اور بہ تقاضائے طبیعت آپ ان رشتہ داروں کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ چونکہ حالت ابتدائی ہے۔ اس لیے اس میں آپ پر کوئی الزام نہیں لیکن آپ کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول سے قصداً زیادہ محبت کیا کریں۔ اگرچہ ابتداءً آپ کی محبت خدا و رسول کے ساتھ تکلف سے ہوگی۔ مگر جب ایک عرصہ گزر جائیگا تو یہ امر آپ کی طبیعت و فطرت میں داخل ہو جائیگا۔ اب خود آپ کی طبیعت مجبور ہوگی کہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ چاہا کریں۔ اور انکی محبت کو سب چیزوں کی محبت سے زیادہ دل میں جگہ دیا کریں۔

محبت کے اقسام کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی دوسری اختیاری۔ حدیث شریف اور قرآن کریم میں جس محبت کا ذکر ہے وہ محبت اختیاری ہے۔ یعنی انسان اپنی خواہش اور ارادہ سے جن چیزوں سے محبت و انس پیدا کرتا ہے ان میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سب سے بڑھکر ہونی چاہیے۔ رہی محبت طبعی جس میں انسان کے تصرف و اختیار کو دخل نہیں۔ مثلاً فطرۃً کسی سے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ محبوب بھی ہے تو اس کا مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فطری اور طبعی امر ہے جس میں انسان مجبور ہے اور یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھکر کسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا۔ البتہ مسلمان کو چاہیے کہ

اپنی خواہش اور عقل کے رجحان سے جس چیز کو محبوب سمجھ رہا ہے اسمیں سب سے زیادہ اللہ اور اُس کے رسول کو محبوب جانے۔ اگرچہ یہ امر اس کی طبیعت اور خواہش کے خلاف ہو۔

محبت اختیاری کی ایک مثال

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص بیمار ہے حکیم نے اس کے لئے ایک دوا تجویز کی ہے جو حد درجہ تلخ ہے ہر چند کہ اس کا استعمال کرنا نفس کو گوارا نہیں لیکن جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حکیم حاذق نے نسخہ تجویز کیا ہے تو طبیعت طوعاً و کرہاً اُس دوا کی طرف رغبت کرتی ہے تندرستی پانیکا خیال جو دل میں بسا ہوا ہے وہ خود بخود انسان کو ایسی تلخ سے تلخ دوائی کے پینے پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ بیمار اس کو طلب کر کے بلکہ اس کے لئے اپنے جیب سے دام خرچ کر کے استعمال کرتا ہے اگر آپ غور فرمائیں تو اسی مثال سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ انسان نفس کی بیماریوں اور روحانی امراض میں مبتلا ہے۔ شفا حاصل کرنیکی اس کو سخت ضرورت ہے طبیب روحانی نے اس کا ایک نسخہ بتا دیا ہے۔ اگرچہ اسپر عمل کرنا دشوار ہے اور قدرے تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن جب شفایابی پیش نظر ہے اور بیماری کے ہلاک و تباہ کن ہونیکا یقین ہے تو دوا کی تلخی اس کے لئے سنگ راہ نہیں ہو سکتی۔ اسی نظیر پر سمجھ لیجئے کہ طبعی طور پر اگرچہ اس کو اولاد محبوب ہے بی بی سے محبت ہے۔ جان پیاری ہے۔ مال و متاع سے الفت ہے مکان سے انس ہے۔ لیکن اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کوئی چیز ساتھ آنیوالی نہیں ہے اور کسی کی محبت آخرت میں کام نہ آئیگی تو اس کی طبیعت ان تمام چیزوں سے خود رُخ پھیریگی۔ اور اس کی طبیعت کا رجحان اسی طرف ہوگا جو طبیب روحانی کا ارشاد ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کو سب سے زیادہ محبوب جانو

بس وہ طوعاً و کرہاً ان تمام چیزوں کی محبت پر اللہ اور اسکے رسول کی محبت کو ترجیح دیگا۔

محبت کی آخری منزل یہ محبت کی پہلی منزل ہے اور اسکا کمال اور آخری درجہ یہ ہے کہ انسان کی خواہش اور اسکا ارادہ بھی طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تابع ہوجائے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ تم میں سے کسی کا ایمان اسوقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکی خواہش میرے لائے ہوئے احکام و ہدایات کی تابع نہ ہوجائے۔

محبت کی علامتیں بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ۔ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔ تین چیزیں ہیں۔ یہ جس شخص میں ہونگی وہ ایمان کی شیرینی پائیگا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کو ان کے ماسوا سے زیادہ چاہے۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی سے دوستی رکھے اللہ سبحانہ کے لئے رکھے۔ اس کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں۔ تیسرا یہ کہ آگ میں ڈالے جانے کو جسطرح مکروہ جانتاہے اسی طرح کفر میں لوٹنے کو وہ مکروہ جانے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ منعم حقیقی ہے رزق کی تقسیم اور اخلاق کی تعلیم اسی کا کام ہے وہ جس کو رزق دینا یا اخلاق سکھانا چاہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور جس کو اس سے روکنا چاہے کوئی اسکو دے نہیں سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاق ہم تک پہنچانیکا وسیلہ و ذریعہ بنایا - آپ ہی کے طفیل سے ہم کو ہدایت الی اللہ حاصل ہوئی اور اخلاق کی درستی عمل میں آئی - ایسی حالت میں آپ کے حقوق کو ماننا اور آپ سے محبت کرنا ہمارا فرض اور عین ایمان ہے - اور چونکہ یہ نعمتیں تمام نعمتوں سے زیادہ بھاری اور قابل قدر ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی نعمت نہیں ہوسکتی - اس لحاظ سے آپ کی محبت کو سب سے زیادہ دل میں جگہ دینا اور آپ کے احترام و اعزاز کو پیش نظر رکھنا ہم پر لازم ہے -

حضرت فاروق کی محبت

بخاری شریف میں حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ - یقیناً آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ تر محبوب ہیں مگر اپنے نفس سے جو میرے پہلو میں ہے - تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ - ہرگز کوئی شخص تم میں کا مومن کامل اسوقت تک نہیں ہوسکتا کہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ جانے - اسپر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ - اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی یقیناً آپ مجھے اپنی اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے - تو اسوقت ارشاد نبوی ہوا - روحی فداہ - اَلْآنَ یَا عُمَرُ - اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال ہے تو ہماری کیا مجال ہے -

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور حکومت کو تمام احوال میں اپنے نفس پر تسلیم نہیں کرتا۔ اور مانتا نہیں اور اپنی جان کو آپ کی ملک میں شمار نہیں کرتا۔ اسوقت تک وہ سنت رسول کی شیرینی پاتا ہی نہیں یعنی آپ کی مبارک سیرت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ اس کی تائید حق سبحانہ تعالےٰ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے نبی کریم! آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ لوگ ایماندار نہ ہونگے اسوقت تک کہ آپس میں جو معاملات اور جھگڑے ہوتے ہیں ان میں آپکو حَکَم اور فیصل نہ بنائیں۔ پھر آپ نے جو تصفیہ فرمایا اس کو ٹھنڈے دل سے مان لیں اور اپنے دل میں اس فیصلہ سے کسی قسم کی تنگی نہ پائیں۔

بیان ماسبق سے آپکو معلوم ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت سرور دو عالم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کس درجہ ہونی چاہیئے اور کمال ایمان کیلئے اس کی کیسی ضرورت ہے۔

شوق ملاقات بھی محبت کی علامت ہے

محبت کی ایک علامت شوق ملاقات بھی ہے کہ انسان ہر دم اپنے محبوب سے ملنے کا متمنی اور آرزو مند رہتا ہے اور اس کی جدائی سے دردناک۔

ہم بعض محبین بارگاہ نبوت کے احوال سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ سلف صالحین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے بھائی بندوں ماں باپ اور اپنی جانوں کے مقابلہ میں کس درجہ تھی۔ اور اس کے بعد آپ اپنی حالت کا بھی اندازہ کیجیے۔

آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپکے شوق ملاقات کے

دو پہلو ہیں۔ ایک وہ جبکہ آپ اس عالم میں تشریف فرما تھے دُوسرا وہ جبکہ آپ نے
اس جہان سے پردہ فرمالیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک اس
عالم میں رونق افروز تھے صحابہ کی حالت پروانہ کی سی تھی۔ ذرا دیر کی جدائی بھی
ان پر شاق تھی۔

حضرت ثوبانؓ کا شوق ملاقات

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرتؐ کے
آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے
مستفید نہ ہو سکے تو زار و قطار رونے لگے۔ جب شرف ملاقات نصیب ہوا تو
عرض کی یا رسول اللہ! تھوڑی دیر کی جدائی مجھ پر شاق گزر رہی ہے تو آخرت
میں میرا کیا حال ہوگا۔ جبکہ آپ رفیق اعلیٰ سے ملینگے اور آپ کو مقام محمود
عنایت ہوگا اور ہم غلامان بارگاہ نبوت اپنے اعمال کے لحاظ سے اپنی جگہ
رہینگے۔ تو ارشاد ہوا آدمی اپنے محبوب کیساتھ ہوگا۔

ایک انصاری خاتون کی محبت

بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے
روایت فرمائی ہے کہ غزوہ احد میں ایک انصاری عورت کے باپ اور بھائی اور
شوہر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں جام شہادت نوش کیے
اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بھی شہید ہوئے۔ مشرکین اور منافقین اس خبر سے خوش تھے لیکن مسلمانوں کو
اس سے بیحد تشویش تھی۔ اُس انصاری بی بی کو جب اس کے شوہر اور باپ
اور بھائی کے قتل کی معتبر خبر پہنچی تو اس بی بی نے دریافت کیا مَا فَعَلَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال
ہے۔ لوگوں نے کہا بحمداللہ تم جیسا چاہتی ہو حضور بخیر و عافیت ہیں۔ اس پر
ان بی بی کو حضور کی خیریت کا تو علم ہوگیا مگر دل جو شوق دیدار سے لبریز تھا

اسکو تشفی نہوئی۔ کہنے لگیں اَرِینِیۡہِ حَتّٰی اَنۡظُرَ اِلَیۡہِ۔ مجھے حضور کو دکھا دو تاکہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ جب اس بی بی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا کُلُّ مُصِیۡبَۃٍ بَعۡدَكَ جَلَلٌ۔ آپ کے ہوتے تمام مصیبتیں آسان ہیں۔

یہ واقعات شوق اس عالم میں رونق افروز ہونے کے وقت کے ہیں۔ اس عالم میں جلوہ فرمائی کے بعد کے احوال بھی سُن لیجئے۔

حضرت خالد بن صفوان کا شوق ملاقات

عبدہ بنت خالد اپنے والد ماجد حضرت بن صفوان رضی کا حال بیان فرماتی ہیں کہ حضرت خالد جب بچھونے پر آتے تو سوتے وقت جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار مہاجرین وانصار کے نام لے کر اظہار شوق نہ کرتے اور انکی ملاقات و دیدار کی آرزو نہ کرتے اس وقت تک آرام نہ فرماتے۔ بستر پر لیٹنے کے بعد بار بار فرماتے هُمۡ اَصۡلِیۡ وَفَصۡلِیۡ وَاِلَیۡہِمۡ یَحِنُّ قَلۡبِیۡ طَالَ شَوۡقِیۡ اِلَیۡہِمۡ فَعَجِّلۡ رَبِّیۡ قَبۡضِیۡ اِلَیۡكَ اصول دین پوچھو تو وہی ہیں۔ اور فروع مجتہدین پوچھو تو وہی ہیں۔ میرا دل انہیں کی طرف مائل ہے اور ان کی طرف میرا شوق بڑھ گیا ہے۔ پروردگار! جلدی سے میری روح قبض کرکے اپنی رحمت کیطرف بلالے (اور مجھے اپنے احباب سے ملا دے) ان کلمات کو زبان سے دوہراتے دوہراتے آپ سو جاتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین وصلی اللہ علی رسول اللہ وعلیٰ آلہ۔

ایک ضعیفہ کی محبت

زید بن اسلم ایک جلیل القدر فقیہ اور تابعی ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ زمانہ خلافت میں اپنی عادت کے مطابق رات کو گھر سے نکلے اور شہر میں حفاظت کے لئے پھرنے لگے



تو ایک مکان میں چراغ روشن پایا۔ وہاں ایک ضعیف العمر بی بی چرخہ چلاتی ہوئی گیت گا رہی تھیں عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ۔ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارُ۔ قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَارِ۔ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارُ۔ ھَلْ تَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِیَ الدَّارُ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نیک لوگوں کیطرف سے درود وسلام ہو۔ آپ پر پاک اور اچھے لوگ درود وسلام پڑھیں۔ (یا رسول اللہ!) آپ تو راتوں کو عبادت کے لئے کھڑے رہنے والے اور سحر کو دعائیں گریہ و زاری فرمانے والے تھے۔ موت کا تو عجب حال ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دار جنت میں میں اپنے حبیب کے ساتھ رہونگی۔

جب یہ آواز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ بیٹھ گئے۔ خود بھی ہجر رسول اور آپ کے اشتیاق و فراق میں رونے لگے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت ابن عمرؓ کی محبت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں کچھ خلل آگیا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کو سب لوگوں میں جو زیادہ عزیز ہو اور جس سے آپ کو بہت محبت ہو ان کو یاد کیجئے۔ اپنے محبوب کی یاد اور اس کا نام لینے سے جو خوشی ہوگی اس کی وجہ سے پاؤں کا عارضہ جاتا رہیگا۔ یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زور سے **یا محمداہ** کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانا ہی تھا کہ پاؤں کھل گیا۔ اور خلل جاتا رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابن عمر کے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی شخص محبوب تر نہ تھا۔ بلکہ ہر دم و ہر لحظہ آپ کا شوق دیدار پیش نظر تھا۔ جب ہی تو

ایسی دردناک حالت میں بھی بے اختیار نام مبارک زبان پر آگیا۔ نام آنا کیا تھا کہ درد دور ہو گیا۔ اور شفا حاصل ہو گئی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی محبت

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ کی بی بی بکمال رنج و غم فرمائیں وَاحُزْنَاہُ کیا ہی غم کا موقع ہے۔ عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا وَاطَرَبَاہُ۔ کیا ہی خوشی کا موقع ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اَلْقَی غَدًا اِلْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ صَحْبَہٗ کل کے دن ہم اپنے احباب سے ملاقات کرینگے۔ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب ہیں۔ یعنی جب اپنے حقیقی دوستوں اور محبین سے ملنے کا وقت قریب آرہا ہے اور شب ہجر صبح وصال سے مبدل ہو رہی ہے تو غم کا کونسا موقع ہے یہ تو خوشی کا وقت ہے اس سے زیادہ خوشی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی محبت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمایا اور وفات ہونے لگی تو فرمایا اَلْاٰنَ اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہٗ۔ میں ابھی ابھی اپنے دوستوں سے ملونگا۔ پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پھر آپ کی جماعت صحابہ سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خاتون نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمائش کی کہ ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف سے پردہ ہٹا دیں۔ چنانچہ ام المومنین نے پردہ ہٹا دیا۔ وہ خاتون زیارت قبر مبارک کے وقت اپنے فراق اور شوق میں اتنا روئیں کہ دم نکل گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے والدین اور اپنی جان و مال سے زیادہ ہونے کے کئی پہلو ہیں۔ ایک انصاری صحابی کی خاتون کا واقعہ بھی

آپ نے سماعت فرمایا۔ جس میں اس مبارک خاتون نے اپنے باپ بھائی شوہر کے قتل کو اتنی اہمیت نہ دی جتنی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خیریت کو۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تبلیغ اسلام فرمائی اور مسلمان ہونیوالے مسلمان ہو چکے اور اسلام کی خوبیاں ان کے ذہن نشین ہو گئیں تو انکو آرزو ہوتی تھی کہ ان کے ماں باپ اور سارے قرابتدار نیز دوست احباب سبھی سب مسلمان ہو جائیں اور دین اسلام میں شامل ہوں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور آپ کے والد ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کو اپنے والد ماجد کے مسلمان ہونیکی آرزو تھی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت

جسوقت حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے فرزند رشید حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے واجب الاحترام والد کے مسلمان ہونیکی خوشخبری سنائی اور مبارکباد دی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاِسْلَامُ اَبِیْ طَالِبٍ كَانَ اَقَرَّ لِعَیْنِیْ مِنْ اِسْلَامِهٖ۔ اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ان کے اسلام سے زیادہ (آپ کے چچا) ابو طالب کے مسلمان ہونے سے مجھے زیادہ خوشی ہوتی اور اس سے) میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوتیں۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی محبت

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے

بہت دوستی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس سے بار بار فرماتے تھے۔ اَنْ تُسْلِمَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِسْلَامِ الْخَطَّابِ۔ آپ کا اسلام (میرے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہے۔

یہ بھی اس لئے تھا کہ اگر خطاب یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد موجود ہوتے اور اسلام قبول کرتے تو اس کی خوشی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوتی۔ اور حضرت عباس کے مسلمان ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی ہوگی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوشی سے زیادہ ہے۔ اللہ سبحانہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آرزو پوری کردی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش فرما دیا کہ حضرت عباس فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جملہ صحابہ کرام کی محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ جملہ صحابہ کی محبت کس درجہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کَانَ وَاللّٰہِ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ۔ خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نزدیک اپنے مال و متاع اولاد ماں باپ وغیرہ سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے جیسی محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ سے محبت تھی" محبت ایک ذوق اور وجدانی کیفیت ہے اس کا اظہار الفاظ سے نہیں ہو سکتا۔ مگر حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بے نظیر طریقہ سے امر محسوس سے تشبیہ دیکر اس کیفیت وجدانی کو ظاہر فرما دیا کہ جب تشنگی غالب ہو اور میدان لق و دق۔ پانی کا پتہ نہ ہو تو جان کس عذاب میں رہتی ہے۔ ایسی تکلیف کے وقت اگر کہیں ٹھنڈا پانی مل جائے تو اس کی

قدر و قیمت پیاسا آدمی ہی جان سکتا ہے۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی محبت صحابہ کے دل میں تھی۔ کیونکہ پانی سے ایسی حالت میں صرف جان بچنے کی توقع بندھی رہتی ہے۔ اور آنحضرتؐ کے مبارک قدموں سے تو دنیا و آخرت کی صلاح اور حیات دائمی وابستہ ہے اور پیاسے کے حق میں پانی روح رواں ہے تو مشتاقان جمال نبوتؐ کے لئے آنحضرتؐ کی ذات روح الارواح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضرت عمرو بن العاص کا قول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَا کَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے نزدیک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول تو آپ سن چکے ہیں لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ۔ آپ یقیناً میرے نزدیک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

یہ سلف الصالحین کی محبت کے احوال تھے ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دم بھرتے ہیں مگر صرف زبانی دعویٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمارے قال کو حال سے بدل دے اور ہم سب کو سچا جاں نثار اور پکا مطیع و فرمانبردار بنادے آمین ثم آمین۔

اگرچہ سلف الصالحینؒ کے مراتب کہاں حاصل ہو سکتے ہیں لیکن ہم ایک حدیث شریف سناتے ہیں جو ہم دور افتادہ خادمین کے فخر و مباہات کے لئے کافی ہے۔

متاخرین کیلئے بشارت مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَّکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

مجھے سب سے زیادہ محبوب جاننے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے ان میں کا ایک ایک شخص اس امر کی آرزو کریگا کہ اپنے اہل و عیال و مال و متاع کے عوض مجھے دیکھ لیں۔

محبت کی پہلی نشانی

یاد رکھیئے کہ محبت کی چند نشانیاں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی اور نواہی سے باز رہنا۔ اور آپ کے آداب و اخلاق کو چراغ ہدایت بنانا۔ اور تا امکان انکے اختیار کرنیکی کوشش کرنا۔ خواہ تنگدستی کی حالت ہو یا فراخدستی کی۔ خوشی کا موقع ہو یا رنج کا۔ کھانا کھائے ہوئے ہوں یا بھوکے۔ مقام فنا میں ہوں یا بقا میں۔ ہر حال میں آپ کی اتباع کرنی چاہیئے۔ ارشاد باری ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ۔ اے نبی کریم! آپ اپنی امت مرحومہ سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اتباع ہی ایک کسوٹی ہے جس سے محبت کی سچائی کا امتحان ہو سکتا ہے۔ وہ محبت کبھی سچی نہیں جو صرف زبان پر ہو اور اس کا اثر دل دماغ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ کان۔ وغیرہ پر نہو۔ اگر یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول کے کہے میں نہیں ہیں تو محبت کو بھی سلام ہے۔ ایسے لوگ صرف اپنی زبان سے محبت کا دعوی کرتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے پاس وہ محب نہیں کہلاتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ محب اور محبوب قیامت میں ایک ساتھ رہینگے۔ اور ظاہر ہے کہ طاعت محبت کی علامت ہے۔

الٰہی ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا۔ اے پروردگار ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی محبت دے اور انکی اطاعت میں رکھ۔ اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔

فصل

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ۟اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۝ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ (اے نبی کریم!) آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ۔ بیٹا بیٹی۔ بھائی بند۔ بی بی یا شوہر۔ کنبہ والے۔ اور مال و متاع جو تم نے حاصل کیا ہے اور تجارت جسکے خراب ہونیکا اندیشہ ہے (یہ سب چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ کے حکم کے آنیکا انتظار کرو۔ بدکار لوگوں کو اللہ سبحانہ راہ راست نہیں دکھاتا۔

صحابہ کرام کی محبت

حضرات! گذشتہ فصل میں آپ کو حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد سنایا گیا ہے۔ کَانَ وَاللّٰهِ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ

اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ
خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے مال، اولاد، ماں باپ سے
بھی زیادہ محبوب تھے۔ بلکہ تشنگی کے وقت ٹھنڈا پانی جیسا محبوب ہوتا ہے اس سے
بھی زیادہ۔ یہ ارشاد بعینہ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اور حدیث شریف
لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ وَوَالِدِهٖ
وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ بھی اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے لیکن آیت
کریمہ میں شان جامعیت ہے کہ اس میں مال و متاع، تجارت و امکنہ اور جہاد
فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

عموماً محبت چار چیزوں سے ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ اور اس کے رسول کی محبت
سے پھیرنیوالی جتنی چیزیں ہو سکتی ہیں وہ چار قسموں میں منقسم ہیں۔

۱۔ قرابتداروں کی دوستی اور ابنائے جنس کا میل جول۔ آیہ کریمہ میں
الفاظ "اٰبَاؤُکُمْ، اَبْنَاؤُکُمْ، اِخْوَانُکُمْ، اَزْوَاجُکُمْ" کا اشارہ قرابتداروں
کی طرف ہے۔ اور عَشِیْرَتُکُمْ سے وہ لوگ مراد ہیں جو معاشرت میں شریک
ہیں یعنی ابنائے جنس۔

۲۔ مال مکسوبہ کہ وہ اپنی محنت اور کمائی کا ہونے کی وجہ سے نفس اسکی جدائی
کو نہیں چاہتا۔ اور دل پر اس کی محبت غالب رہتی ہے اسی وجہ سے اس
کی طرف دل ہمیشہ مائل رہتا ہے۔ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا میں اسی طرف
اشارہ ہے۔

۳۔ تجارت وغیرہ کے ذریعہ مال حاصل کرنیکا شوق۔ یہ خیال بھی جب دامنگیر
ہوتا ہے تو انسان کو کسی کی محبت والفت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
کَسَادَهَا کا اشارہ اسی جانب ہے۔

۴۔ مکانات جہاں انسان کی بود و باش اور اسکی کمائی کی حفاظت ہوتی ہے یہ انسان کی کمائی کی آخری غایت ہے کہ وہ اپنی کمائی کو ایک جائداد کی شکل میں رکھنا چاہتا ہے تاکہ دوسرے اموال و امتعہ (چیزیں) اگر کوئی آفت آ بھی جائے تو یہ محفوظ رہے اور رہنے سہنے کے لئے کوئی جگہ باقی رہے یہی مراد ہے ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ میں مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا سے بس یہی چار چیزیں ہیں جو انسان کو حق تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک کی محبت سے روک سکتی ہیں اس مضمون کو اللہ سبحانہ نے ایک ہی آیت کریمہ میں ترتیب کیساتھ بیان فرمایا ہے۔ سبحانہ ما اعظم شانہ۔

صحابۂ کرام کی اطاعت

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ہجرت کا حکم فرمایا تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ باپ مسلمان ہے تو اس کا بیٹا کافر۔ کہیں بیٹا مسلمان ہے تو باپ کافر۔ کہیں ایک بھائی مسلمان اور دوسرا کافر۔ زوجہ مسلمان تو شوہر کافر و بالعکس۔ اسی طرح ایک دوست مسلمان ہے تو دوسرا نہیں۔ الغرض ایسے سینکڑوں ہزاروں نظائر تھے۔ بتعمیل ارشاد مبارک بارگاہِ رسالت جب صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ چلنے اور اپنے وطن مالوف اور مسقط الراس کو خیرباد کہنے لگے تو غیر مسلم باپ اپنے مسلمان بیٹے کے پاس آتا تو بیٹا اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا تھا۔ ہر فرد مسلم کی اپنے لوگوں کے ساتھ یہی کیفیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں تھی کہ دوسری کسی چیز کی محبت کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ اگر وہ لوگ ہجرت کے بعد اپنے مسلمان قرابتداروں کے پاس آتے تو یہ ان کو اپنے گھروں میں اتارتے اور نہ ان کا

نفقہ وغیرہ ادا کرتے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بعد کو اس امر کی اجازت دیدی کہ اپنے غیر مسلم قرابتداروں یا دوستوں کیساتھ حسن سلوک مرعی رکھیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے، لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔

جن لوگوں نے دین کے بارہ میں تم سے لڑائی نہیں کی اور نہیں تمہارے گھروں سے نکال نہیں دیا اللہ انکے ساتھ نیک سلوک کرنے اور منصفانہ برتاؤ رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا ہے۔ انصاف کرنیوالوں کو تو وہ دوست جانتا ہے البتہ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارہ میں لڑائی کی اور تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا ان کو اپنا ولی بنانے سے منع فرماتا ہے۔

حب فی اللہ | حدیث شریف میں آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا يَطْعَمُ اَحَدُكُمْ طَعْمَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ فِي اللّٰهِ وَيُبْغِضَ فِي اللّٰهِ حَتّٰى يُحِبَّ فِي اللّٰهِ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَيُبْغِضَ فِي اللّٰهِ اَقْرَبَ النَّاسِ اِلَيْهِ۔ تم میں کا کوئی شخص ایمان کا ذائقہ اسوقت تک نہیں پاتا جب تک کہ اس کی محبت اور دشمنی اللہ سبحانہ کے لئے نہو۔ قرابت کے اعتبار سے اگر کوئی بہت نزدیک ہے لیکن وہ ایماندار نہیں ہے تو اس کو مبغوض جانے اور اگر کوئی قرابت میں دور ہو لیکن ایماندار ہو تو اسکو محبوب جانے۔

صحابہ کرام کی مثالیں | صحابہ کرام نے اپنی محبت و ایمان کامل کا ثبوت جسطرح پیش کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اپنے باپ اور دیگر قرابتداروں کو جو ہیچ جانا اسکا حال صرف جنگ بدر کے واقعات سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

۱۔ امین الامتہ حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا جو کفار کے ساتھ شامل ہو کے مسلمانوں سے

جنگ کرنے کیلئے بدر میں آئے تھے۔ یہ نمونہ ہے حق تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کا کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور اُن کے حکم کے آگے باپ کی محبت کوئی چیز نہیں۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوۂ بدر کے وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آئے تھے۔ فتح مکہ مکرمہ کے بعد مسلمان ہوئے آپ نے ایک دن اپنے واجب الاحترام باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ بابا جان! جنگ بدر میں ایک موقع ایسا آگیا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آپ کو ہلاک کر دیتا۔ لیکن محبت پدری نے اس کی اجازت نہ دی۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عبدالرحمٰن! تو میری زد میں آجاتا اور ایسا موقع مجھے ملتا تو بخدا میں تجھکو زندہ نہ چھوڑتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حقیقی ماموں ابو جہل کے قتل میں شریک رہے اور اپنے ایمان کامل کا ثبوت دیا۔ اسی طرح حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے چچا ابولہب کو اسی غزوہ میں قتل فرمایا۔ ان لوگوں نے چونکہ دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ انتہائی دشمنی سے کام لیا تھا۔ تو خود انہیں کے قرابتداروں نے جن کے قلوب نور ایمان سے منور تھے انکے کیفر کردار کو پہنچایا۔ ان کامل الایمان صحابہ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اپنی قرابت اور قرابتداروں کی محبت کچھ بھی اثر پیدا نہ کر سکی۔ یہ مہاجرین کے احوال تھے۔

انصار کی محبت کا حال انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جو ثبوت دیا وہ واقعہ مواخات سے ظاہر ہے۔ کہ جب مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ

قائم کیا گیا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ کر دیا گیا تو انصاری بھائی نے اپنے مکان اپنی جائداد۔ اپنے مال و متاع اور جملہ معاملات میں اپنے مہاجر بھائی کو برابر کا شریک بنا لیا۔ یا تمام چیزوں کو نصفا نصف بانٹ دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی دو بیبیاں تھیں تو ان میں سے بہتر کو طلاق دیکے اپنے سامنے اپنے مہاجر بھائی سے نکاح کر دیا۔

تقسیم غنیمت اور انصارؓ کا ایثار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قبیلہ بنی نضیر کی غنیمتیں تقسیم فرمانا شروع کیں تو انصار میں صرف حضرت ابودجانہ و سہل بن حنیف اور حارث بن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس میں سے حصہ دیا کیونکہ انصار میں یہ بزرگوار بالکل محتاج تھے۔ اور بقیہ انصار سے فرمایا کہ غنیمت میں مہاجرین کے ساتھ حصہ لیتے ہو تو اپنے مال و متاع اور جائدادوں میں اپنے اپنے مہاجر بھائی کو سہیم و شریک بنالو۔ اور نصفا نصف تقسیم کردو۔ یا اپنے اموال اور جائدادوں کے تنہا تم ہی قابض رہو۔ اور غنیمت سے دست بردار ہو جاؤ۔

انصار نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ ہم اپنی جائداد اور مال و متاع کو نصفا نصف بانٹ دیتے ہیں اور غنیمت سے بھی حصہ نہ لینگے۔ بلکہ ساری غنیمت ہمارے مہاجر بھائیوں کو تقسیم فرما دیجئے۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ - مدینہ طیبہ جن کا پہلے سے ہی مسکن ہے اور ایمان ان کے دلوں میں جا گیر ہے وہ ہجرت کرکے اپنی طرف آنیوالوں کو محبوب جانتے ہیں۔ اور مہاجرین کو کوئی چیز دیجائے تو اپنے دل میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

اور ایثار سے کام لیتے ہیں۔ اگرچہ انکو بھی شدید ضرورت ہو۔

اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کس طرح اپنے مال و متاع تجارت و معاملات، مکانات اور جائدادوں کو آپ کے اور آپ کے اصحاب کے قدموں پر نثار کر دیا تھا اس کے بعد جب غنیمت آئی تو بغیر کسی پس و پیش کے اس سے دست بردار ہو گئے یہ ہے حقیقی تعمیل آیۂ کریمہ کی کہ ان بزرگواروں کے دلوں میں خدا اور اسکے رسول کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کوئی وقعت رکھتی تھی اور نہ زن و فرزند کی۔ نہ بھائی کی الفت غالب آ سکتی تھی۔ نہ دوست آشنا کی۔ نہ مال و متاع ان کے قلوب پر کوئی سکہ جما سکتا تھا۔ نہ تجارت و جائداد وغیرہ۔

اگر ان بزرگواروں کے دلوں میں ماں باپ کی عظمت تھی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ بی بی بچے پیارے تھے تو امتثال امر نبوی کی خاطر۔ بھائی بندوں اور دوست آشناؤں سے تعلق و یارانہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بجا آوری میں۔ مال و دولت۔ تجارت معاملت جائداد و امکنہ کی تحصیل اور حفاظت مدنظر تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں پر لٹانے یا خدمت دین مستحقین کے حقوق کی ادائی ضعفاء و معذورین کی امداد وغیرہ کے لئے۔ الحاصل ان سب تعلقات اور معاملات سے ان کی واحد غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی اطاعت و پیروی تھی اور بس۔ اور یہی نہیں بلکہ ان مقدس بزرگواروں کی نشست و برخاست۔ قول و فعل۔ حرکت و سکون۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا وضع قطع۔ چال ڈھال۔ راہ و رسم۔ ادب و لحاظ۔ جملہ امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا نمونہ ہوتے تھے۔ یہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔

اور حق تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے۔

محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومحبت دین کو سب پر ترجیح ہے

بہرحال آیۂ کریمہ جو آغاز فصل میں سنائی گئی اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت یا دین اسلام کے خلاف جو چیز معارض ہو خواہ وہ ماں باپ ہوں یا اولاد ہو۔ یا بھائی بند ہوں۔ یا بی بی یا شوہر۔ یا قرابتدار ہوں یا کوئی اور مال و دولت ہو۔ یا معاملات۔ مکانات ہوں یا جائداد۔ ان چیزوں کو دین پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر کسی طرح ترجیح نہیں۔ بلکہ دین اور آپ کی محبت کو ترجیح ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔

سنت نبویہ کی محبت بھی حب نبی ہے

محبت کی ایک علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کی محبت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ۔ جس شخص نے میری سنت (یا میرے طریقہ) کو دوست جانا گویا اس نے مجھے دوست جانا۔ اور جس نے مجھے محبوب جانا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے وَمَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اُس نے مجھے دوست جانا۔ بہرحال سنت رسولؐ کو دوست جاننا اصل ہے اور آپ کی سنت مبارک کو جاری کرنا اس کی فرع اور نشانی۔ جو شخص اس پر عامل ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ خداوند تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسکی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ اور جو شخص اس پر عامل نہیں بلکہ خلاف ورزی کرتا ہے تو

اس کی محبت کامل نہیں۔

محبوب کی یاد بھی علامت محبت ہے

محبت کی ایک علامت اپنے محبوب کی یاد میں رہنا ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ۔ جو شخص کسی چیز کو محبوب جانتا ہے تو اس کو زیادہ یاد کرتا ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھے آپ کی ہدایات اور تعلیمات سے غافل نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہے۔

درود شریف کے مختصر احکام

تمام عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور صلوا علیہ کے موقع پر واجب اور نماز میں اور جب کبھی نام مبارک سنے تو درود شریف کا پڑھنا مسنون ہے۔ بشرطیکہ وہ مقام پلیدی یا نجاست کا نہ ہو۔ حمام نہ ہو۔ درود شریف پڑھنے والا جنابت کی حالت میں نہ ہو۔ ناک صاف کرنے یا کلی کرنے کے وقت نہ پڑھے۔ درود شریف کے فضائل اور اسکے احکام وآداب بہت تفصیل کے محتاج ہیں۔ اسی طرح احیاء سنت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی طریقہ کسی جگہ جاری نہ ہو تو اسکو جاری کرنیکی جو فضیلت ہے اور آپ کی کسی سنت کو مٹانے یا مٹتے ہوئے دیکھکر خاموش رہنے کی جو وعید ہے اُس کی تفصیل بھی بہت ہے اس کے لئے بھی مفصل مضمون چاہیئے اس وقت تو ہم اپنے مبحث کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

کسی کا ادب اور اسکی تعظیم بھی علامت محبت ہے

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر وعظمت شان اور رفعت منزلت کو پیش نظر رکھے۔

آپ کا نام پاک نہایت ادب سے لے۔ آپ کے حکم کے آگے سر جھکا دے۔ جب آپ کا نام مبارک سنے تو تواضع و انکساری کا اظہار کرے۔ ذکر مبارک کی مجلس میں ادب سے بیٹھے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ۔ (اے نبی کریم!) ہم نے آپ کو (اپنی امت مرحومہ کا) گواہ اور (انکو جنت کی) بشارت دینے والا اور (دوزخ کے عذاب سے) ڈرانیوالا بنا کے بھیجا ہے۔ تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی عزت و توقیر کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے وقت صحابہؓ کا حال۔

ابو اسحٰق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آجاتا تو ان کا عجیب حال ہوتا۔ کبھی وہ حسرت دید اور شوق وصال میں روتے اور کبھی تواضع وانکسار کا اظہار فرماتے اور کبھی ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ غرض ہر ایک بزرگ کی حالت اور ذاتی کیفیت کی مد نظر ہر ایک کا عجیب رنگ ہوتا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضاہم عنا۔

محبوب کے محبین و متعلقین سے بھی محبت کرنی چاہیے۔

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور دو عالم کو جن جن سے محبت تھی ہم بھی ان کو محبوب جانیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اتباع میں ان سے بھی دلی محبت رکھیں۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے جو بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث شریفہ میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات سبطین سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ

اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا۔ الٰہی! مجھے یہ دونوں محبوب ہیں۔ تو بھی ان کو محبوب
جان۔ لہذا ہمارے لئے بھی جناب حسنین سیدا شباب اہل الجنتہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی محبت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عین ایمان
ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اس محبت میں آپ کے شریک حال ہوں کیونکہ
ایک دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ۔
جس نے ان دونوں کو دوست رکھا اس نے مجھے محبوب جانا اور جس نے مجھے
محبوب جانا اللہ کو اپنا محبوب بنا لیا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں وارد ہے۔ مَنْ اَحَبَّ هٰذَیْنِ
وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ۔ جس نے ان دونوں
یعنی امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اور ان کے ماں باپ کو
یعنی حضرت علی مرتضیٰ وسیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوست جانا وہ میرے
ساتھ جنت میں رہیگا۔ دعا ہے کہ ہم کو ایسی ہی توفیق ہو اور ہمارا حشر
اس محبت کے طفیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو۔ آمین
ثم آمین۔

اسی طرح محبت اہل بیت کرام وازواج مطہرات اور انکا ادب ہر حال
میں لازم ہے۔ یہاں تک کہ دودمان مصطفوی اور خاندان مرتضوی سے
جن کو نسبت قرابت یا رشتہ نسبی حاصل ہو، ان کی محبت بھی ضروری ہے اگر
ان کا کوئی کام خلاف شریعت ہو اور حسن ظن کا کوئی محل نہ ہو تو اس لحاظ سے کہ انکا یہ کام خلاف امر
شرع شریف ہے۔ اس کام سے ناراضی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ لیکن دعا
کرنی چاہیئے کہ حق تعالیٰ ان سے وہ کام چھڑا دے۔

ایک مثال آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سلطنت کیساتھ کسی موقع پر اپنی دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیتا ہے تو ایسے شخص کو سلطنت کی جانب سے خطاب، منصب، جاگیر عنایت ہوتی ہے اور یہ سرفرازیاں اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ باقی رہتی ہیں۔ اگرچہ اس کی اولاد میں وہ تمام اوصاف جو اس کے مورث اعلیٰ میں تھے موجود نہیں ہوتے۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کے تبدل و زوال اور دنیوی سلطنتوں کا حال ہے جو حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک بالکل بے مقدار چیز ہے۔ پس بتلائیے کہ اللہ سبحانہ کے پاس کس چیز کی کمی ہے اور اس کے فضل و کرم کا کیا ٹھکانا ہے۔ جس مقدس وجود نے بجائے بت پرستی یا خود پرستی کے خدا پرستی پھیلا دی۔ جس گرامی ذات نے عالم اور اہل عالم کو اندھیری سے روشنی میں اور گمراہی سے ہدایت کی طرف پہنچایا۔ ان کی اولاد امجاد کیا اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ غیر ہمدردانہ برتاؤ کیا جائے؟ حاشا و کلا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ اے بی بیاں نبی کی۔ تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ میں تمہاری طرح کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔

محبوب کے ساتھیوں سے بھی محبت لازم ہے اولاد امجاد کو تو شرف جزویت حاصل ہے اللہ سبحانہ نے جن بزرگواروں کو شرف صحبت عطا فرمایا ہے کوئی شخص ان کے مراتب کو بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے بھی محبت رکھنی ایمان کی نشان ہے۔ دین متین جو ہم تک پہنچا ہے ان قدسی صفات بزرگوں کی وساطت ہی سے پہنچا ہے انہیں حضرات نے دین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

چار وانگ عالم میں پہنچا دیا۔ بڑے بڑے مشہور اور مقدس بلاد اسلامیہ انہیں بزرگواروں کے دم قدم کی برکت سے مفتوح ہوئے اور ان میں توحید کی صدا پھیلی۔

حضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ۔ الحدیث۔ (مسلمانو! میرے ساتھیوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرو اور خوف کرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ (ملامت) نہ بناؤ جس نے انہیں دوست جانا۔ وہ مجھے محبوب جاننے کیوجہ سے ہی جانا۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔

انصار کی محبت بھی علامت ایمان ہے

صحیحین میں وارد ہے۔ آیَۃُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ۔ انصار کی محبت کمال ایمان کی علامت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے تھے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے لَوْلَا الْھِجْرَۃُ لَکُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْاَنْصَارِ۔ اگر ہجرت کا شرف مجھے حاصل نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اس سے ثابت ہے کہ مہاجرین کی منزلت انصار سے زیادہ ہے جب انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے تو مہاجرین کی محبت عین ایمان ہے۔

عرب کی محبت بھی علامت ایمان ہے

مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان تو نہایت عالی ہے۔ مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ عربوں کی محبت بھی ایمان ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ

فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ۔ جس نے عربوں کو محبوب جانا اُس نے میری محبت ہی کیوجہ سے ان کو محبوب جانا۔

محبوب کی مرغوب طبع چیز کی رغبت بھی علامت محبت ہے

حقیقت یہ ہے کہ عرب بھی بہت بڑی چیز ہیں محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کو جو چیز پسند ہو اس سے بھی محبت کیجائے۔ اس بارہ میں آپ سلف صالحین کے احوال سنینگے تو آپ کو واقعات کی اطلاع ہوگی۔ یہ افسانہ نہیں ہے۔ یہ حالات اور نفس الامری واقعات ہیں۔

بزرگان دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے متبعین نے جب معلوم کرلیا کہ فلاں شئے اپنے محبوب کی چاہتی ہے تو لگے اس کو بھی چاہنے۔ طبیعت کا اقتضا ء جن چیزوں سے متعلق معلوم ہوتا اور جن کاموں کا کرنا شرعاً مباح ثابت ہوتا سلف صالحین اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اور ان چیزوں کو دل وجان سے ادا کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔

حضرت انسؓ کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ کدو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر اقدس ہے اور آپ کمال رغبت کے باعث برتن کے اطراف سے ٹٹول کر لیتے ہیں تو اس روز سے خود بھی کدو کے چاہنے والے بن گئے۔ اور ٹٹول ٹٹول کر کھایا کرتے چنانچہ ایک روایت آپؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی سالن پکایا جاتا اور اس وقت کدو مل سکتا تو آپؓ اس میں کدو ضرور ڈلواتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت

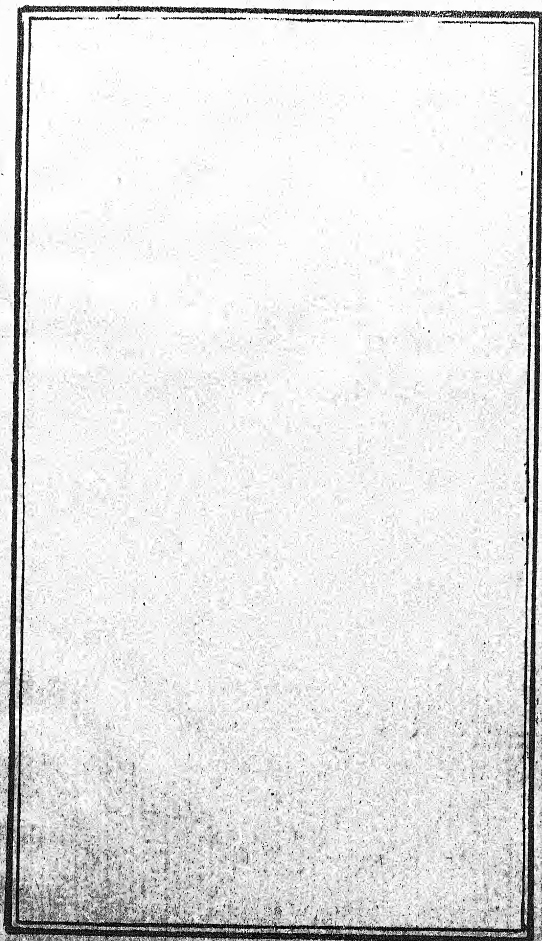
شمائل ترمذی میں ہے کہ امام زمن حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ تینوں حضرات ملکر حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں تشریف لائے اور فرمائش کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھانا پسند خاطر تھا وہ تیار کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ آج وہ کھانا آپ کے مرغوب طبع نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم سے پردہ فرمائے ہوئے تیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ کسریٰ و قیصر اور ممالک عجم کے خزانے اسوقت تک مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ اور زمانہ کی حالت بدل گئی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ اس زمانہ کا سیدھا سادھا کھانا اب کیوں پسند آنے لگا امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر بھی یہی فرمایا کہ نہیں اسی کو پکاؤ۔ کیونکہ ان حضرات کو مزہ اور ذائقہ تو مقصود نہ تھا وہ چاشنی محبت کے دلدادہ تھے۔ وہ ضعیفہ اٹھیں اور جو کو پیسکر اس کا آٹا ایک ہانڈی میں ڈالا اسپر کچھ زیتون کا تیل بھی ڈالدیا پھر کالی مرچ اور کچھ مصالح پیسکر یہ سب پیش کر دیا۔ اور عرض کی کہ یہ چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر تھی۔

ابن عمر کی محبت

صحیحین میں وارد ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نعلین پہنتے تو اسی وضع کی پہنتے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔ ڈاڑھی کا خضاب کرتے تو مہندی کا خضاب کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ ہمارے اسلاف کے کارنامے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تتبع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دعوی ہے اور آپ کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہیں۔ اللہ پاک توفیق دے اور سچی محبت اور ایمان کامل عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



فصل

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فقال اللہ جل وعلیٰ۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم

(اے نبی کریم!) جو لوگ اللہ سبحانہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں انہیں سے آپ کسی قوم کو ایسی نہ پائینگے جو اللہ اور اُس کے رسول کا خلاف کرنیوالوں کو دوست جانتے ہوں۔ اگرچہ وہ انکے باپ، بیٹے، بھائی، یا قبیلہ والے ہوں۔

آپ کے دشمن سے دشمنی بھی علامت محبت ہے۔

حضرات! گذشتہ فصلوں میں آپ محبت کی چند نشانیاں سماعت فرما چکے ہیں ان کے منجملہ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول جس چیز کو دوست جانتے ہیں انکی دوستی کرنی یا اُن سے محبت رکھنا بھی علامت محبت رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واتم التسلیم ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اسکا دوسرا پہلو

بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا خلاف کرتے ہیں اور انکی مخالفت میں کمر باندھی ہے چونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ لہذا ان سے دوستی کرنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ایسے لوگوں کا خلاف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں اور ان سے بغض رکھنا یعنی ایسے لوگوں کو دل سے برا جاننا اور ظاہرا ان سے دور رہنا ہی علامت محبت ہے اس موقع پر بھی کسی قرابت وغیرہ کا لحاظ نہیں۔ اصل قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اصل قربت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی ہے اس کے سوا جتنے رشتے ہیں وہ اللہ سبحانہ اور اس کے برگزیدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے ہیں۔ جس نے اپنے رشتہ کو اللہ اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ثابت رکھا وہ اسلامی برادری اور اخوت میں شامل رہا۔ اس کے وہی حقوق وآداب ہیں جو اپنے ایک بھائی کے ہوتے ہیں۔ لیکن جس بے نصیب نے اصل رشتہ کو باقی نہ رکھا تو اس کے دوسرے رشتوں کا کیا ٹھکانہ۔ اگرچہ کسی شخص کا باپ موجود ہے اور بیٹا بھی ہے۔ بھائی بھی موجود ہیں اور سارے قبیلہ والے۔ لیکن اسکو اللہ اور اس کے رسول سے دوستی نہیں وہ ان کا دشمن ہے تو اس صورت میں نہ تو باپ کا محبت کرنا اس کے لئے جائز ہوسکتا ہے اور نہ بچے اس کے قبضہ میں دئے جاسکتے ہیں۔ جب باپ اور بیٹے کا یہ حال ہے تو پھر بھائی بند اور قرابتداروں کی قرابت کا کیا ذکر۔ ایسی حالت میں اگر ان رشتہ داروں میں سے کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کمر باندھے ہوئے ہے تو اس سے بغض اور دشمنی واجب ہے ان قرابتوں اور رشتہ کا

کوئی لحاظ نہیں۔

چند اکابر صحابہؓ کی مثالیں

حضرت امین الامتہ کی مثال آپ سن چکے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد میں اپنے والد جراح کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی مثال جنگ بدر میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر کافروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ کو آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی مقابلہ کے لئے اٹھے۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے خاموش ہو رہے!

حضرت صدیقؓ کی دوسری مثال ایک واقعہ اسی سلسلہ میں اور بھی ہے جس کو آپ سن چکے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ بابا جان! جنگ بدر میں آپ ایک وقت میری زد میں آگئے تھے میں نے پدری محبت سے آپکو چھوڑ دیا۔ آپؓ نے فرمایا۔ واللہ اگر تو میری زد میں آتا تو تجھے زندہ نہ چھوڑتا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مثال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے غزوۂ احد میں آیا تھا۔

حضرت عمرؓ کی مثال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو مار ڈالا تھا۔

حضرت شیر خداؓ کی مثال حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کفار صنادید قریش کو تلوار کی گھاٹ پہنچایا۔ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسطرح اپنے قبیلہ والوں میں سے ان لوگوں کی کوئی رعایت نہیں کی جو حضورؐ

کے مخالف تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے جو فرمایا ہے "کوئی مومن ایسا نہ ملیگا جو اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو۔ اگرچہ وہ انکے باپ دادا۔ بیٹے۔ بھائی قبیلہ والے ہوں" اس سے یہی بزرگوار مراد ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ کی مثال

عبداللہ بن اُبی پرلے درجہ کا منافق تھا۔ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اسی نے کہا تھا۔ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ اگر ہم مدینہ کو لوٹینگے تو ذلیل ترین شخص کو عزت والا وہاں سے ضرور نکال دیگا"۔ اس عدو اللہ کی مراد اَعَزُّ سے خود اور اَذَلَّ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ذات تھی۔ صحابۂ کرام کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے قتل کی ٹھان لی۔ اس موقعہ پر عبداللہ بن عبداللہ جو اس عدو اللہ سے نسبت فرزندی رکھتے تھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ بن اُبی کو اس کی گستاخانہ گفتگو کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مجھے حکم دیجیے میں ابھی اسکا سر حاضر خدمت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! قبیلہ خزرج کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں مجھ سے زیادہ کوئی شخص اپنے والدین کا تابع فرمان نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں آپ کسی اور شخص کو اس کے قتل کا حکم دینگے تو اپنے باپ کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا مجھ سے دیکھا نہ جائیگا۔ اگر اس کو قتل کر دوں تو صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ میں نے گویا ایک کافر کے بدلہ میں کسی مسلمان کا خون کیا۔ ایسی حالت میں میری سزا جہنم ہوگی (پس بہتر یہی ہے کہ مجھی کو اس کے قتل کا حکم دیجیے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جوشِ ایمان کو دیکھکے فرمایا۔ بَلْ نَرْفُقُ بِہٖ وَنُحْسِنُ صُحْبَتَہٗ مَابَقِیَ مَعَنَا۔ (ہم اس کو قتل کرنا نہیں چاہتے) بلکہ اُس کے ساتھ نرمی اور رفق کا برتاؤ کرینگے۔ اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے صحبت کا حق اچھی طرح ادا کرینگے۔

حضرات! یہ معنی ہیں لبغض ﷲ کے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کیساتھ جسکو بغض ہو اس کے ساتھ بغض کرنا۔ اگرچہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ کا حال

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے ان سے احادیث کی روایت فرمائی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن پاک کی محبت بھی آنحضرت کی محبت کی علامت ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی قرآن پاک کی محبت ہے جس کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافۃ الناس کو نورِ ہدایت تبلایا اور سارے عالم کے نفوس بلکہ قلوب وارواح کی تہذیب دی اور خود ذات قدسی صفات اس کے اخلاق سے متخلق تھے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیۂ کریمہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ کی تفسیر میں فرماتی ہیں۔ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن پاک کا نمونہ تھے یعنی جو اوامر قرآن پاک میں وارد ہیں آپ کی ذاتِ مبارک اُنکی پابند اور جسقدر نواہی اس میں مذکور ہیں آپ کی ذات اس سے بری تھی۔ جو آداب

اسمیں بتلائے گئے ہیں اور جن مکارم اخلاق کا اسمیں ذکر ہے وہ کلیۃً ذات اقدس میں جمع تھے۔ مثلاً اللہ پاک کا ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ اے نبی کریم! آپ صفت عفو کو اختیار فرمایئے اور اچھی بات کا حکم دیجئے۔ اور نادان لوگوں کی باتوں پر التفات نہ فرمایئے یا اور اس قسم کے احکام جسقدر بھی تھے وہ ذات والا میں فطرۃً موجود تھے اسی وجہ سے تو آپ نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔ میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور خوب ادب سکھایا۔

قرآن پاک کی محبت کا مطلب حضرات! اس موقع پر ہم پھر عرض کرینگے کہ قرآن پاک کی محبت یہ نہیں ہے کہ آپ اسکو ایک پاک صاف اور قیمتی خوشنما کپڑے میں لپیٹ کر طاق میں رکھدیجئے۔ یا اسکو بوسہ دیکے آنکھوں سے لگا لیجئے اور بس۔ یہ تعظیم اور محبت صرف مصحف شریف کی ہے جو مجسم آپکے پاس موجود ہے۔ یہ بھی کیجئے۔ لیکن اس کے ساتھ اصل قرآن مجید کی محبت بھی ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ آپ اس کی تلاوت روزانہ فرمایا کیجئے۔ زیادہ نہیں تو تھوڑی سہی۔ روزانہ دو چار آیت ہی پڑھ لیا کیجئے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص سال میں ایک بار بھی قرآن شریف ختم کرلیتا ہے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنیوالوں میں شمار کیا جائیگا۔ تارک تلاوت نہ ہوگا۔ مگر چاہیئے کہ روزانہ پڑھے۔ غور سے پڑھے۔ اس میں دل لگائے۔ اگر اس کا مطلب معلوم نہیں ہوتا تو کسی عالم سے پوچھے۔ اطمینان سے پڑھے۔ جو جو نصیحتیں اس میں لکھی ہیں جو قصے اس میں بیان ہوئے ہیں۔ جو وعدے اور وعید اس میں وارد ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال اور ان کے دشمنوں کا

انجام جو اسمیں مذکور ہے اسکو پیش نظر رکھے اپنے کو اوامر کا پابند بنائے اور نواہی سے مجتنب رہے۔ یہ ہے محبت قرآن۔ اور یہ ہے علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی۔ کیونکہ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں۔ آپ کے امتیوں میں سے جو شخص ان امور کو محبوب جانیگا اور اس لئے محبوب جانیگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب چیزیں ہیں تو یقیناً اسکا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبین میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فیصلہ محبت قرآن کے بارہ میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لَا یَسْئَلُ اَحَدٌ عَنْ نَفْسِہٖ اِلَّا الْقُرْاٰنَ فَاِنْ کَانَ یُحِبُّ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ کوئی اپنے نفس سے قرآن کے سوا اور کسی چیز کا سوال و مطالبہ نہ کرے۔ اگر وہ قرآن کو محبوب جانتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کو بھی محبوب جانتا ہے۔

سبحان اللہ! کیا اچھی بات فرمائی اور چھوٹے چھوٹے الفاظ میں کیا بہترین فیصلہ فرما دیا کہ ہر شخص کا نفس دعویٰ تو بہت کرتا ہے لیکن انسان کو چاہیے کہ اس دعوے کی کوئی دلیل بھی طلب کرے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدعی ہے تو اس سے اور کسی قسم کی دلیل طلب کرنیکی حاجت نہیں۔ صرف قرآن پاک کی بابت اس سے دریافت کرنا چاہیے کہ اسکو اس کے ساتھ کتنا لگاؤ اور تعلق ہے۔ قرآن پاک ہی ایک میزان عمل ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کے دعوے کی صحت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اس میں پورا ہے تو یقیناً وہ اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

رکھنے والا ہے ۔ اور بالضرور اس کے ساتھ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبت ہے ۔ جب ہی تو اسکو قرآن پاک سے محبت کی توفیق ہوئی اور اس میں جس قدر کمی ہے اسی قدر محبت ناتمام ہے عرب کی ایک ضرب المثل ہے ۔ مَا اَیْسَرَ الدَّعْوٰی وَمَا اَعْسَرَ الْمَعْنٰی (زبانی اور لفظی) دعویٰ تو بہت آسان ہے لیکن اسکے معنی کس قدر مشکل ہیں ۔ خداوند تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمائے آمین ثم آمین ۔

امت مرحومہ کی محبت بھی آنحضرتؐ کی محبت کی نشانی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی آپ کی امت مرحومہ کی محبت اور ان کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ ہے ۔ اس حیثیت سے کہ آپ کو اپنی امت مرحومہ بہت پیاری اور محبوب تھی ۔ اس کی خاطر آپ نے اپنی ذات قدسی صفات پر طرح طرح کی سختیاں برداشت فرمائیں ۔ ایذاؤں پر ایذائیں پہنچنے پر بھی صبر فرمایا ۔ انتقام کے موقع پر انکے لئے دعا فرمائی ۔ ہر موقع پر ان کے دینی و دنیوی اور اخروی مصالح کو پیش نظر رکھا ۔ اور مناسب ہدایات فرمائیں ۔ قوم پستی اور ہلاکت کی طرف مائل تھی آپ نے اسکو عروج پر پہنچایا ۔ اور حیات جاوید بخشی ۔ اپنی امت مرحومہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا ۔

امت مرحومہ کے ساتھ آنحضرتؐ کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات یوں تو سارے عالم اور عالمیان کیلئے آیۂ رحمت تھی اور سب اسی خوان کرم سے مستفید ہوئے ۔ اور ہو رہے ہیں ۔ اور آپ کی غایت بعثت بھی یہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے ۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ آپ کی شفقت و رحمت خصوصاً امت مرحومہ کے ساتھ اس درجہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے آنحضرت صلعم کو

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے مبارک خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ جو در اصل اللہ سبحانہ کے اسماء حسنیٰ میں شامل ہیں۔ پوری آیت سن لیجئے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یقیناً تم میں سے ایک رسول تمہارے پاس آئے ہیں جن پر تمہاری نافرمانی شاق گزرتی ہے۔ تمہاری اصلاح کی ان کو بڑی حرص ہے۔ مومنوں پر تو وہ بڑے شفیق و مہربان ہیں۔ رَءُوْفٌ اور رَحِيْمٌ جو اللہ سبحانہ کے اسماء ہیں یہ دو نام اس آیۂ کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں وارد ہیں۔ اس سے آپ کی شفقت و مرحمت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو آپ کو اپنی امت مرحومہ کے ساتھ تھی۔

محبین بارگاہ رسالت کا فرض

اس لحاظ سے محبین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض ہے کہ وہ بھی آپ کی امت مرحومہ کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں اور جن جن سے جس درجہ کی خیر خواہی متعلق ہے اس میں کوتاہی نہ کریں۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔ دین خالص خیر خواہی کا نام ہے دوسری روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام نے اس کو سنکر دریافت فرمایا یہ خیر خواہی کس کی خاطر ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اللہ کی خاطر۔ اور اس کے رسول کی خاطر اور تمام ایماندار لوگوں کی خاطر۔

ایک مثال

یہ امر مسلم ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرتا ہے اور یہ امر اس کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ اگر تقاضائے محبت اور پدری شفقت کی وجہ سے اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرے تو یہ امر برا نہیں۔ انکی بھی حقوق اولاد کی ادائی ہو رہی ہے۔ لیکن یہ خیر خواہی محدود ہے اگر اس کے ساتھ خیال

بھی کیا جائے کہ میرا یہ بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتہ مرحومہ میں شامل ہے جو آپکو محبوب ہے اور تا امکان امت مرحومہ کی خیر خواہی ہے فرائض میں داخل ہے۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کر اسکی نصیحت اور تعلیم و تربیت کی کوشش کی جائے تو امید ہے کہ یہ مبارک خیال کئی فوائد پر مشتمل ہوگا۔ حقوق اولاد کی ادائی امت مرحومہ کی نصیحت اولاد کی بیجا محبت سے دوری، اولاد کے سوا دوسری امتہ مرحومہ کی اصلاح کا خیال وغیرہ وغیرہ اور ان تمام فوائد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی کی تکمیل جو کمال ایمان کی علامت ہے۔

محبت فقراء و دنیا سے بے رغبتی بھی علامت محبت آنحضرت صلعم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی یہ ہے کہ دار دنیا جو در اصل اقسام کی کدورتوں کا مخزن اور گوناگوں مصائب و آلام کا منبع ہے اس سے بے رغبتی ہو۔ جو معنی ہیں زہد کے اور فقر کی طرف میلان و رجحان ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شعار رہا ہے۔

آپ سن چکے ہیں کہ بارہا آپ صلعم کی خدمت میں مال آتا رہا مگر کبھی بھی آپ صلعم کو اس کی رغبت یا پرواہ نہیں رہی۔ معاذ اللہ رغبت تو بڑی چیز ہے آپ نے اسکی طرف رخ بھی نہ فرمایا۔ کیف کہتے ہیں ؎

عجز اللہ رے تمہارا کرشمہ کل ہو کر
زندگی تم نے فقیری میں گزاری ساری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے تو فقر سے نہ ڈرنا چاہیے۔

فقیری کی محبت اور زہد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نشان ہم نے اس لئے قرار دیا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رض

سے فرمایا ہے۔ اِنَّ الْفَقْرَ اِلٰی مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنْكُمْ اَسْرَعُ مِنَ السَّيْلِ مِنْ اَعْلَى الْوَادِيْ اَوِ الْجَبَلِ اِلٰى اَسْفَلِهٖ کسی بلندی یا پہاڑ پر سے پانی کی رَو نیچے کی جانب جس تیزی کے ساتھ آتی ہے تم میں جو میرا چاہنے والا ہے اسکو فقر اس سے بھی زیادہ جلد آلیتا ہے۔ یعنی جو اوصاف فقرا کاملین کے ہیں وہ اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے حاصل کرنے کا اسکو خیال نہیں ہوتا اور اس کے عیش و تنعمات اس کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ دنیا اور اہل دنیا کی دولتمندی یا آرام وعیش کو جیسا جیسا دیکھتا جاتا ہے اس کے یقین میں پختگی پیدا ہوتی جاتی ہے اور اس کو لذت فقر ملتی جاتی ہے۔

فقر کے فوائد

حقیقت یہ ہے کہ فقیری سے مسکنت و تواضع و انکساری وغیرہ اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور خود پسندی وغیرہ وغیرہ تونگری کے لوازم ہیں۔ اسی وجہ سے آپکو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اسی گروہ فقرا میں زیادہ ملینگے۔ یوں تو روئے زمین کی دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نثار ہوتی رہی لیکن آپ نے کبھی اس کی طرف رخ بھی نہیں فرمایا۔

تونگری کو آنحضرت نے قبول نہ فرمایا

چنانچہ ملک الجبال نے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو اخشبین سونے کے ہو جائیں آپ نے اس سے انکار فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے کہ پروردگار عالم نے آپ سے دریافت کرایا کہ مکہ مکرمہ کا سارا ریگستان آپ کے لئے سونے کا ہو جاتا ہے تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض فرمائی۔ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنِّيْ اَشْبَعُ يَوْمًا وَّاَجُوْعُ يَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ۔ میرے پروردگار! ایسا نہ فرما۔ البتہ میں ایک دن

کھاؤنگا اور ایکدن بھوکا رہونگا۔ جب بھوکا رہونگا تو تیری جناب میں تضرع وزاری سے کام لونگا۔ اور جب کھا لیا تو تیری حمد وشکر کرونگا۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے خواہش فرمائی کہ اللہ سبحانہ کے جمال وجلال دونوں قسم کی تجلیات میں اپنی تربیت ہو اور عمر اسی میں بسر ہو جائے۔ جیسا کہ ارباب کمال کی شان ہے

محبت ہے تو فقر کے لئے تیار رہو

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جمال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ اِنِّی اُحِبُّکَ۔ اے خدا کے پیارے رسول میں آپ کو محبوب جانتا ہوں۔ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ۔ اے شخص دیکھ تو سہی تو کیا کہہ رہا ہے تو عرض کی اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ خدا کی قسم میں آپ کو یقیناً دوست جانتا ہوں۔ یا آپ سے محبت رکھتا ہوں راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس جملہ کو۔ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ تین بار دہرایا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنْ کُنْتَ تُحِبُّنِیْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا۔ اگر تم مجھے دوست جانتے ہو یا مجھ سے محبت رکھتے ہو تو فقیری کے لئے توشہ تیار کرو یعنی دنیا اور اس کے اسباب کو کم کرتے جاؤ۔ تھوڑی آمدنی تھوڑی جائداد اور تھوڑی سی متاع پر قناعت وصبر کرو۔

ایک روایت میں بجائے تِجْفَافًا کے جِلْبَابًا آیا ہے اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے تو فقیری (چونکہ اس کا لازمہ ہے۔ لہٰذا اس کے ڈھانکنے کے لئے) چادر تیار کرو۔ یعنی جسطرح چادر کے ذریعہ بدن ڈھانکا جاتا ہے اسی طرح فقیری اور مسکنت کو ڈھانکنے کے لئے بھی کچھ اوصاف ہونے چاہیئے۔

علامہ قتیبیؒ کی توجیہ علامہ قتیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تَجْفَافً یا جِلْبَابً جو اس حدیث شریف میں وارد ہے اس سے صبر مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ دُنیا سے جہاں تک ہو سکے حصّہ کم لے اور اس کے کم ملنے پر صبر کرے۔ اور اس میں زہد اختیار کرے

علامہ ابن الاعرابیؒ کی توجیہ علامہ ابن الاعرابیؒ فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں جو لفظ "فقر" وارد ہے اُس سے فقر آخرت مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ قیامت میں نفسی نفسی کی گھڑی ہوگی اور ابتدا سے انتہا تک کا حساب لیا جائیگا ایسی حالت میں اگر عمر غفلت و بیکاری یا لہو لعب میں گزری تو ہاتھ خالی رہینگے خالی ہاتھ جا کے متاعِ آخرت کیا خریدیگا۔ لہٰذا آخرت کی فقیری اور مفلسی سے بچنے کے لئے کوئی توشہ تیار کرو۔ اور ایسا عمل کرو کہ اس کی وجہ سے آخرت کی مفلسی سے نجات ملے۔ نیز قیامت میں دل کی پوشیدہ باتیں آشکار ہو جائینگی تو اس میں ایک قسم کی عریانی ہوگی۔ لہٰذا اس سے امن ہونیکے لئے کوئی چادر لے لو۔ کہ اُس کے ذریعہ قیامت میں عیب چھپ سکے۔ سب پر فاش نہ ہو سکے۔

حضرت شیرِ خدا رضؓ کا ارشاد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی فرماتے ہیں مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيُعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَاباً۔ ہم اہلبیت کو جو شخص محبوب جانتا ہے اسکو چاہیئے کہ فقر اور مفلسی کو بچانے کے لئے چادر تیار کرے۔ یہاں بھی راوی کو شک ہے کہ جِلْبَاباً فرمایا یا تِجْفَافاً بہر حال مطلب ایک ہے اور حدیثِ بالا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

خود کو دیکھو اور دوسروں کو نہ دیکھو حضرات! آپ کو بتلا دیا گیا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کی محبت سے ایمان کامل ہوتا ہے اور بغیر اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی

محبت کے علامات بھی بتلادیئے گئے ہیں۔ پس ہر شخص اپنی نسبت غور کرے دوسروں کو دیکھنے یا اُن کے احوال کا تجسس کرنے کی ضرورت نہیں ہے دوسروں کے احوال دیکھنے سے آپ کو پوری طرح ان کا حال معلوم نہ ہوسکیگا اور نہ آپ اُس سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں آپ اپنے احوال کو دیکھئے اور ہر شخص اپنے حالات کی تنقیح بہت اچھی طرح کر سکتا ہے کیونکہ اس کو اپنے ظاہر و باطن دونوں کی اطلاع ہے۔ ماں باپ بھائی بند بی بی بچے دوست اقربا مال و متاع پیاری ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے آل اطہار و صحابہ کبار اس کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی حالت ایمان پر اطمینان ہوگیا تو الحمد للہ آپ قابل مبارکباد ہیں خدا کا شکر کیجئے اور اس پر استقامت بخشنے کے لئے دعا کیجئے۔ نیز اس میں اور زیادتی کی خواہش کیجئے۔ اور اگر معلوم ہو کہ اس میں کسی طرح کی کمی ہے تو اس کمی کا کیا سبب ہے اس کی تلاش کیجئے۔ آپ کو اسکا راز انشاء اللہ کھل جائیگا۔

آنحضرتؐ کے مقابل کسی کی محبت ہے تو اسکا علاج

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی چیز کی محبت زیادہ ہے مثلاً ماں باپ سے محبت اس وجہ سے ہے کہ خدا و رسول کے احکام و فرائض بھی اس محبت کی ضمن میں چھوٹ جاتے ہیں تو اس کی اصلاح اس طرح ہوسکتی ہے کہ دل میں یقین کریں کہ ماں باپ کا ساتھ صرف دار دنیا تک ہے۔ اگر آج ان کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا یا خود ہم رخصت ہوگئے تو یہ رشتہ ٹوٹ جائیگا۔ قیامت ہوگی تو انکو اپنی ہی فکر ہوگی۔ اگر اتفاق سے مل بھی گئے تو وہ کب ساتھ دے سکتے ہیں۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔ اس دن کو یاد کرو

جس میں ہر شخص اپنے بھائی۔ ماں باپ اور بی بی بچوں سے بھاگنے لگیگا اور ایسی حالت ہوگی کہ اسکو دوسرے کی فکر نہ رہیگی۔ اگر ایسے آڑے وقت کام آنے والی کوئی چیز ہے تو صرف ایمان ہے جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ وہاں سب کو نفسی نفسی کی دھن ہوگی اور آپ امتی امتی فرمائینگے۔ آپ ہی ہم بے وسیلوں کا وسیلہ اور ہم گناہگاروں کے شفیع ہونگے۔

بزرگو! غور کرو اور خود ہی فیصلہ کر لو کہ کیا کسی ایسی چیز کی محبت اچھی ہے جو آنکھ بند ہونے تک ہی ہمارا ساتھ دینے والی ہے۔ اور نہ معلوم اسمیں بھی کتنی الجھنیں واقع ہونگی یا اُس مبارک ذات سے لگاؤ ٹھیک ہے جس کی بدولت کائنات کا وجود ہوا۔ اور دنیا و آخرت کی خیر و فلاح اس کی محبت میں مضمر ہے۔

حُبِ نبی میں سب کچھ چھوڑ دینے کا مطلب

دوسری چیزوں اور تعلقات کو چھوڑنا بھی صرف اس وقت ضروری ہے جبکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے ساتھ کسی اور چیز کی محبت کا تصادم ہو۔ اور اس کی محبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا اللہ سبحانہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ رہ جاتا ہو ورنہ جس چیز کا تعلق اسکے رحبہ نہ ہو اور اس کی محبت سے فرائض اللہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی ہو تو شریعت مطہرہ اس کی مانع نہیں۔ بلکہ وہ تو نہ صرف ماں باپ بھائی بند۔ بلکہ تمام دنیائے اسلام سے برادری کا ناطہ جوڑتی اور سب کے ساتھ محبت و آشتی کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ایماندار لوگ بھائی بھائی ہیں۔ کس کا حکم ہے؟ اللہ سبحانہ کا۔ سورۂ حجرات پڑھ لیجیے۔ اَلْمُؤْمِنُ

لِلمُؤمِنِ کَالبُنیَان۔ کس کا ارشاد ہے؟ حضور رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ کسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھے۔

خلاصہ | بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات ہی محبت کے قابل ہے۔ جس طرح آپ خود بنفس نفیس قابل محبت ہیں۔ آپ کی ہر ہر چیز اور آپ سے نسبت رکھنے والی ہر ایک شئے بھی محبوب اور دل و جان سے عزیز ہونی چاہیئے۔

آپ کے ارشادات۔ آپ کی سنت۔ آپ کا عمل۔ آپ کی وضع آپ کے اخلاق۔ آپ کی آل۔ آپ کے اہل بیت۔ آپ کے اصحاب آپ کا مسکن۔ آپ کا مدفن۔ آپ کی محبوب چیزیں۔ آپ کے محبین۔ متوسلین۔ متبعین۔ آپ کی امت وغیرہ وغیرہ یہی ایمان کامل ہے۔ اور کاملین کا یہی شعار رہا ہے۔ اور اس میں جس قدر کمی ہے اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں آپؐ کی محبت عطا فرمائے۔ اور جس قدر کمی ہے۔ اس کی تکمیل فرمائے اور اس کی توفیق بخشے۔ اور اس پر استقامت دے۔ آمین آمین۔

فصل

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ جَلَّ وَعَلَا۔ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ترجمہ جن لوگوں نے مہاجرین کے دار الہجرۃ (مدینہ طیبہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) آنے سے پیشتر اس کو اپنا ٹھکانا بنا لیا اور ایمان کو اپنے دل میں جگہ دی تھی وہ ہجرت کر کے اپنی طرف آنے والوں کو محبوب جانتے ہیں اور ان (مہاجرین) کو کوئی چیز دی جائے تو اس کی احتیاج اپنے دل میں نہیں رکھتے۔ اور اگر خود کو اس کی حاجت بھی ہو تو ایثار سے کام لیتے اور ان (مہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کا مال سمیٹنے کی خواہش جو نفس کو ہوتی ہے اس سے جو شخص دور رہا بس ایسے

یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

علامات محبت

یہ سورۂ حشر کی آیت ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ ایمان کی علامت محبت اور محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی آئے تو اس کو بھی محبوب جانے۔ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھے اس کو کوئی چیز ملے اور خود کو میسر نہ آئے تو اس سے دل گیر نہ ہو اور اس کا مال سمیٹنے کی خواہش نہ کرے اوصاف مذکورۂ بالا صحابہ کرام کے ایک بڑے گروہ (انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بدرجہ کامل موجود تھے۔

مہاجرین کی وجہ تسمیہ

کفار قریش کی ایذائیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار پر مسلسل ہوگئیں اور فہمائش کی انتہا ہوچکی اور صبر بھی حد سے سوا ہوگیا تو بارگاہِ رب العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنیکا حکم ہوا۔ اس کی تعمیل میں صحابہ کرام اپنے وطن مالوف (مکہ مکرمہ) کو خیرباد کہکے جوق جوق مدینے پہنچے اور وہیں کی مستقل بود و باش اختیار فرمائی۔ اسی وجہ سے اس مبارک گروہ کو مہاجرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حکم خدا و رسول کی تعمیل میں اپنے وطن اصلی کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اس واقعہ کو ہجرت کہا جاتا ہے۔ سنہ ۱۳۴۳ھ اسی مبارک واقعہ ہجرت کی یادگار ہے جو اب تک جاری ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ قیام قیامت تک جاری رہیگی۔

انصار کی وجہ تسمیہ

صحابہ کرام کا دوسرا گروہ جو پیشتر سے مدینہ طیبہ ہی میں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھا۔ وہ انصار کے نام سے موسوم ہے یہ لفظ نصرت سے

لیا گیا ہے جس کے معنی مدد کے ہیں۔

محبت انصار کی ابتداء انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض مخصوص اصحاب مختلف طور پر بعض موسم حج میں مکہ مکرمہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کرتے اور اپنے قلوب کو نور ایمان وعرفان سے منور کرتے تھے کیوں نہ ہو سراج منیرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب ہے جو رب العزت کی طرف سے ملا ہے اس سے انصار کا ایک ایک دل روشن ہوتا اور دوسروں پر اپنی مبارک شعاعیں ڈالتا اور ان کے قلوب کو نورانی بناتا تھا۔ چنانچہ واقعہ ہجرت تک انصار کی ایک خاصی جماعت مشرف باسلام ہو چکی تھی۔ اور ہجرت سے دو سال پیشتر ہی انہوں نے مساجد کی بنیادیں ڈال دی تھیں یہ سب اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کیا تھا۔ مہاجرین جیسے جیسے مدینہ طیبہ وارد ہوتے حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خوشی خوشی ان کا خیر مقدم کرتے اور ان کو اپنے پاس جگہ دیتے۔ گھروں کو لیجاتے خاطر مدارات فرماتے۔ مہمانی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔

انصار کی محبت مہاجرین کے ساتھ انصار کا یہ عمل کسی ذات پات کے اختیار یا رنگ وروپ کے اشتراک کے باعث نہ تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ان کے حبیب صادق رحمۃ للعالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کے پاس سے آئے ہوئے اور اسی مبارک ذات سے نسبت رکھنے والے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں انواع واقسام کی ہر تکالیف شاقہ برداشت کیں اور ایسی ایسی سختیاں اٹھائیں کہ ان کے سننے سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے مگر اس پر بھی ان کی محبت ودوستی میں کسی قسم کا

فرق نہ آیا بلکہ ازدیاد ہی ہوتا گیا۔

مہاجرین کے مناقب انصار کو یہ بھی معلوم تھا کہ مہاجرین کی وہ بزرگ جماعت ہے جنہوں نے ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا ہے اگر آپ بھوک پیاس کے عالم میں تھے اور اس وجہ سے شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے تو مہاجرین میں بھی کئی اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی یا بالفاظ دیگر آپ کی محبت میں بھوک اور پیاس کے وقت پیٹ پر پتھر باندھے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ مہاجرین میں وہ بزرگوار بھی ہیں جنہیں موسم سرما نے بہت دق کیا اور اس کے دفع کرنے کے لئے ان کو کپڑا میسر نہ آیا تو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں بیٹھے بیٹھے جاڑے کی راتیں گزار دیں۔ لیکن دولت ایمان کے مقابلہ میں اس تمول کی خواہش نہیں کی جو حالت کفر میں میسر آسکتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت صادقہ کا ثبوت دیا۔ ایسے بزرگوار جب مدینہ شریف آرہے تھے تو حضرات انصار کو کیونکر خوشی نہ ہوتی۔

انصار کی خوشی آنحضرتؐ کی تشریف فرمائی پر اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت معلوم ہوئی تو حضرات انصار اور ان کی بی بیاں بچے نوکر چاکر باندی غلام (جو در اصل ہمارے آقا ہیں) غرض سارا زمانہ چشم براہ اور مشتاق دید ہو گیا۔

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد ۔۔۔ سر من فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد
ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف ۔۔۔ بامید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

جس وقت آمد مبارک مدینہ شریف کی گلیوں میں پہنچی ہے بہجت و سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مسرت و شادمانی نے بیخود بنا دیا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں

خوشی کی یہ گیت گانے لگیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

مواخات | حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف اس خیر مقدم اور دھوم دھام پر اکتفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق جملہ مہاجرین کو ایک ایک انصار نے اپنا اپنا بھائی بنا لیا۔ اور اپنی جائداد۔ مال ومتاع وغیرہ میں برابر کا حصہ دار کر لیا۔ اور نصف نصف بانٹ دیا جس کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ انہی واقعات کی اللہ سبحانہ نے یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ کے ذریعہ شہادت ادا فرمائی ہے۔ اب ایثار کا حال سماعت فرمایئے۔

ابو طلحہؓ انصاری کی مہمان نوازی اور ایثار | بخاری شریف اور مسلم شریف۔ ترمذی شریف اور نسائی شریف نیز دیگر کتب احادیث شریفہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بارگاہ رسالت میں گھبرایا نہ حاضر ہوئے اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِصَابَنِیَ الْجُھْدُ اے خدا کے پیارے رسول! مجھے بڑی مشقت پہنچی ہے۔ ان کا اشارہ بھوک کی طرف تھا یعنی شدت کی بھوک لگی ہے۔ آپ نے حرم مبارک میں دریافت فرمایا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا رَجُلٌ یُضِیْفُ ھٰذَا اللَّیْلَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس بھوکے کو آج کی رات مہمان بنائے خداوند تعالیٰ اس پر رحم فرمائیگا (جو اس کو مہمان بنائے) یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی

اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ اے خدا کے پیارے رسول میں ہوں (جو آپ کے مہمان کی مہمانی کرونگا۔) اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بزرگ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ وہ خوش خوش انکو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بی بی سے فرمایا۔ اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدَّخِرِیْنَ شَیْئًا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کرو۔ کوئی چیز ان کی وجہ سے اٹھا کر نہ رکھو۔ یعنی جو کچھ ہو سب پیش کردو۔ بی بی نے قسم کھا کے کہا کہ بچوں کی خوراک کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا۔ بچوں کو پہلے سے ہی سلا دو۔ اور مہمان آہستہ سے آکر چراغ گل کردو۔ ہم آج کی رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی خاطر یوں ہی گزار دینگے۔ چنانچہ ان نیک بی بی نے ایسا ہی کیا۔ صبح وہ مہمان و میزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان انصاری مرد اور انصاریہ بی بی کا حسن سلوک جو انہوں نے مہمانوں کے ساتھ کیا تھا حق تعالیٰ کو بہت پسند آیا اور ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ اگرچہ خود کو حاجت ہو لیکن وہ اپنی حاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔

ثابت بن قیس انصاری کی مہمان نوازی اور ایثار

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصاری صحابی تھے انہوں نے بھی ایک وقت ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص تین دن سے بھوکے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو افطار کے لئے کچھ میسر نہ آتا۔ پھر دوسرے دن روزہ رکھ لیتے اس طرح تین دن

گزر گئے مگر اس نیک مرد بزرگ نے کسی سے اظہار حال نہ فرمایا۔ اندازہ سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاڑ لیا۔ فوراً گھر گئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں ایک مہمان کو لاؤنگا کھانا پیش کیا جائے تو تم میں سے کوئی ایک چراغ کی بتی درست کرنے کے لئے اُٹھے اور اس کو درست کرتے کرتے گل کردے۔ اور دسترخوان پر آکر برتن میں ایسا ہی ہاتھ مارنا اور آواز کرنا شروع کرے۔ جیسا کہ کھانا کھانے کے وقت ہوتا ہے اور جب تک مہمان کھانے سے فارغ نہو جائے کوئی کچھ نہ کھائے۔

چنانچہ وہ مہمان جب آئے تو حضرت ثابت بن قیس اور اُن کے گھر والوں نے حسب مذکور عمل کیا یعنی دسترخوان بچھ گیا اور سب بیٹھ گئے تو انصاری موصوف کی بی بی چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھیں اور بجھا دیا۔ مہمان کو اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی۔ مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہوگیا اور باقی لوگ صرف خالی ہاتھ چلاتے اور آوازیں کرتے رہے۔ مہمان یہی سمجھتا رہا کہ سب لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ پیٹ بھر کھانا کھا لیا۔ اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ مہمان کے سامنے جو پیش کیا گیا تھا۔ صرف ایک روٹی تھی۔ جو تمام گھر والوں کا اذوقہ تھا۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ صبحدم جب ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ کو تمہاری مہمان نوازی بہت پسند آئی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

صحابہ کرامؓ کا ایثار مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صحابی کے پاس کسی نے بکری کا سر ہدیۃً بھیجا تو انہوں نے

کہا کہ ہمارے بھائیوں میں فلاں صحابی اور اُن کے بال بچے مجھ سے زیادہ اسکے مستحق ہیں ان کے پاس بھیجدو۔ چنانچہ ان کے پاس بھیجدیا گیا۔ انہوں نے دوسرے کو اپنے سے زیادہ مستحق تبلایا۔ پھر اس نے تیسرے کی نشاندہی کی۔ اور یہی تسلسل سات گھروں تک قائم رہا۔ بالآخر پہلے شخص کے پاس وہ سر لوٹ کر آیا۔

صحابہ کرام کا ایثار مرتے دم تک

ایک غزوہ میں کئی صحابہ زخمی پڑے ہوئے تھے اور شدت کی دھوپ تھی پیاس کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ایسے میں ایک صحابی پانی لئے ہوئے پہنچ گئے ایک کے پاس پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا دوسرا بھائی زیادہ تشنہ اور زخمی ہے پہلے اس کو پانی پلادو ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے تیسرے کو تبلایا۔ وہاں لے گئے تو انہوں نے چوتھے کو دینے کے لئے فرمایا بالآخر ان میں سے ایک نے پھر پہلے شخص کے پاس لے جانے کے لئے کہا۔

جب وہ پہلے شخص کے پاس پہنچے تو ان کو واصل بحق پایا دوسرے کے پاس آئے تو وہ بھی رخصت ہو چکے تھے، تیسرے اور چوتھے کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا۔

واقعات بالا پر ایک نظر

ان واقعات پر اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو آپ کو بڑے بڑے سبق ملینگے اور محبت کس کو کہتے ہیں اس کا حال معلوم ہوسکیگا واقعات اگرچہ مختلف اور متعدد ہیں مگر وہ سب کے سب صرف ایک سلک محبت میں منسلک ہیں۔

مہاجرین کے آگے وطن کوئی چیز نہیں

حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال ہے

آپ کو سبق ملیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ہدایات وتعلیمات
کے مقابلہ میں دنیا اور اس کی کوئی چیز وقیع نہیں۔ وطن کے لئے فی
زماننا قربانیاں کی جارہی ہیں۔ ایک عالم میں تہلکہ مچا ہوا ہے اس قدر
جد و جہد جاری ہے اور ہر طرف سے ابنائے وطن چیخ
پکار رہے ہیں۔ اور ہر دم حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ اُن کے
پیش نظر ہے ان اعتبارات سے وطن انسان کو جس قدر عزیز ہو وہ بجا ہے
لیکن آپ کو معلوم ہوچکا کہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً مہاجرین
صحابہ کا وطن مالوف اور ان کا مسقط الراس تھا۔ لیکن ابنائے وطن
نے جب حق کے ساتھ مقابلہ شروع کردیا۔ اور اہل حق کا پیچھا کیا۔ ان کی
ایذارسانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تو ایسے وطن کو خیرباد کہہ دیا۔
ناحق شناس۔ اور ناحق پسند لوگوں کا ساتھ چھوڑدیا۔ اگرچہ ان میں
ان کے باپ دادا۔ بھائی بند۔ بی بی۔ بچے۔ عزیز۔ قریب۔ نوکر چاکر۔
دوست آشنا۔ سب کچھ تھے۔ جائدادیں تھیں۔ دولت وحکومت تھی سب
سے ہاتھ دھولیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو سب پر
ترجیح دی۔ اور اس کو غنیمت جان کر ہمراہ رکاب ہوگئے۔ بھوک پیاس کی
تکلیف اٹھائی۔ پیٹ پر پتھر باندھے۔ جاڑے سے ستائے گئے۔ بات بات
پر آزمائش ہو رہی تھی۔ اور قدم قدم پر امتحان گاہ بن گئی تھی مگر آفریں
اور صد ہزار آفریں ان عالی ہمت و فراخ حوصلہ گروہ مبارک مہاجرین پر
کہ ایسے دشوار گذار میدان سے مظفر ومنصور گزرے اور ایسے سخت امتحان
میں کامیاب ہوکر رہے۔ ان حضرات کو اپنی امیدوں اور مقاصد عالیہ میں
کامیاب کرنیوالی کونسی چیز تھی؟ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت تھی اور فقط محبت۔

محبت کے آگے دولت کوئی چیز نہیں

انصار نے مہاجرین کی جو کچھ خاطرداری فرمائی وہ آپ سن چکے ہیں مگر مہاجرین کی بھی یہ کیفیت تھی کہ کبھی اپنا بار بیجا طور پر نہیں ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرہ مبشرہ سے تھے جب ہجرت کرکے مدینہ شریف تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کئے ہوئے رشتۂ مواخات کی وجہ سے ایک انصاری صحابی کے پاس ٹھیرے رہے انہوں نے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ درخواست کی کہ موجودہ مال ومتاع سے نصف حصّہ اپنا تصوّر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا آپکا مال ومتاع آپ کو مبارک ہو دُلُّونِي عَلَى السُّوْقِ۔ مجھے ذرا بازار تو بتادو۔ ایک روز ساتھ جاکر بازار کا رنگ ڈھنگ دیکھ لیا اور تجارت شروع فرمادی۔ اللہ سبحانہ نے آپ کو اس میں جو دولت وثروت عنایت فرمائی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ انتقال کے بعد جب متروکہ تقسیم ہوا تو ان کی ایک ایک بی بی کے حصّہ میں کئی ہزار دینار و درہم آئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ زوجہ کا حصّہ سب سے چھوٹا حصّہ ہوتا ہے اور جب کئی زوجات ہوں تو سب اسی چھوٹے حصّہ میں سے آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں۔ آپ نے دوسروں کو دینے کے لئے جو وصیتیں فرمائی تھیں وہ اس کے علاوہ تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر جو دولت لٹائی تھی اور اسلامی خدمات انجام دئے تھے ان کا کوئی شمار نہیں۔

حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی محبت کا ثبوت عملی طور پر جس طرح دیا وہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے ان واقعات میں

بھی ہمیں کئی چیزوں کا سبق دیا گیا ہے۔

محبوب کے پاس کوئی آئے تو اس سے خوش ہونا چاہئے

مہاجرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد پر خوش ہونے اور اظہار مسرت کرنے کے واقعہ میں اس امر کی تعلیم مقصود ہے کہ اگر ہمارے بھی اسلامی بھائی۔ یا دور دراز کے مسافر یا مہاجر۔ یا حجاز کے باشندے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد یا حاملان علوم دینیہ وغیرہ وغیرہ بزرگان امت ہمارے پاس آجائیں تو ان کی تشریف آوری سے خوش ہونا چاہیئے۔ اور ہر شخص کو یہی تمنا ہونی چاہیئے کہ کاش وہ بزرگ ہمارے مہمان ہوتے۔ اور یہ سب کسی نام و نمود کے لئے نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ یہ حضرات نسبت عالی رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے ساتھ محبت عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ایک عالم کی عزت و توقیر کی اس نے گویا میری عزت و توقیر کی جس نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا وہ میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

محبوب کے منتسبین کو اپنی جان اور اولاد پر بھی ترجیح ہے

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہمان نوازی کے واقعہ میں اس امر کا سبق موجود ہے کہ اگر کسی کی مالی حالت تباہ ہے تو اس کی مہمانی سے پہلو تہی نہ کرے۔ عام مہمانوں یا مذکورۂ بالا بزرگواروں کی مہمانی کا بھی وہی طریق ہو جیسا کہ حضرت ابوطلحہ نے اختیار فرمایا تھا۔ اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کسی وقت بھوکے رہ جاتے ہیں تو مضائقہ نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی خاطر اور آپ کے ادب کو پیش نظر رکھ کر آپ کے منتسبین کی خاطر داری کرے اور ایسا طریقہ اختیار کرے کہ مہمان

آزردہ خاطر نہ ہو۔

محبوب کے منتسبین کو تمام قرابتداروں اور اپنے نفس پر بھی تفوق ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی جان اور اپنے قرابتداروں کی جان پر کچھ تکلیف گزرتی ہے تو کسی وقت اس کی بھی برداشت کرے کوئی ایسا محتاج نظر آجائے جو باوصف احتیاج و فقر و فاقہ کسی سے مانگتا نہیں اور نہ اظہار حال کرتا ہے۔ فاقہ پر فاقہ ہوتا ہے مگر کسی کے پاس اپنی حاجت نہیں لے جاتا۔ ایسے موقع پر دوسرے لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی سقیم حالت کا اندازہ کرکے اس کی ممکنہ خدمت کریں اور اسکی تکلیف دور کرنے یا اس کی مصیبت کو ہلکی بنانے میں سعی بلیغ کریں۔ انجان نہ ہو جائیں۔ اور اپنی احتیاج و تنگدستی پر نظر کرکے اس کو اسی حالت میں نہ چھوڑیں۔

محبوب کے منتسبین کے ساتھ ایثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں میں جو شخص زیادہ حاجتمند ہے اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیں اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم تر جانیں کوئی صورت ایسی نکل آئی ہے کہ اس سے خود مستفید ہو سکتے ہیں یا دوسرا۔ لیکن دونوں کے لئے وہ کفایت نہیں کر سکتی تو اس حالت میں اس دوسرے کا خیال کریں اور خود اس سے اپنا ہاتھ روک لیں۔ اگرچہ اس پر قبضہ کر لینا ہمارے لئے بہت آسان ہو۔

آخری دم تک ایثار ہاتھ سے نہ جائے

چند تشنہ کام شہداء کا جو واقعہ سنایا گیا ہے اس سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ ایثار کو آخری دم تک ہاتھ سے نہ دینا چاہئے مردانگی و شجاعت یہی ہے کہ اپنے نفس کو مغلوب کرے

ع بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا۔

محبوب کی محبوب چیزوں سے محبت | آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبوب چیزوں کو دوست جاننے کے سلسلہ میں آپکے اس ارشاد کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئیے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ۔ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ حیات دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ ایک خوشبو دوسری عورتیں تیسری نماز۔ اور اس نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

خوشبو سے محبت | خوشبو کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ وہ غذائے روح ہے اور دماغ کی قوت و تازگی اس کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ خوشبو کی وجہ سے دل پر فرحت و انبساط کے آثار جو ہویدا ہوتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ اور خوشبو کو پاکیزگی میں کہاں تک دخل ہے وہ بھی بالکل ظاہر ہے۔ مبارک دین اسلام کی بنیاد ہی پاکیزگی اور ستھرائی پر ہے۔ جس طرح مذہب اسلام نے باطنی آلائشوں سے دور اور شرک و کفر کی اندرونی نجاستوں سے پاک ہونے کی تعلیم دی ہے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جسم بھی پاک ہو اور جامہ بھی۔ نماز کی جو جگہ ہے وہ بھی پاک ہو۔ وضو اور غسل کا پانی وغیرہ بھی پاک ہو یہ سب مذہبی احکام ہیں۔ حکمت کے اصول ہیں کہ جب دنیا میں بد ہوائی پھیل جاتی ہے اور اس سے اموات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مزاجیں بگڑنا شروع ہوتی ہیں تو بخورات و عطریات کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ اس سے ہوا صاف ہوتی اور صحت و تندرستی کے علامات ظاہر ہونے لگتے ہیں سمیت دفع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اصول حکمت ہے کہ چند آدمی ایک جگہ جمع

ہوتے ہیں تو ان کے تنفس سے ہوا مکدر ہو جاتی ہے اور اُس سے بُرے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ لہذا خوشبو لگانی چاہیئے۔ مذہب اسلام نے جمعہ و اعیاد کے مواقع پر جہاں آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے ذی مقدرت لوگوں کو خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ فقہ کی تمام کتابوں میں ایسے مواقع پر خوشبو کا استعمال مستحب و مسنون بتلایا گیا ہے۔

ایسی حالت میں اگر آپ اس اعتبار سے کہ اطباء و حکماء کا قول ہے خوشبو کا استعمال کرینگے تو آپ کو صرف طبی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھکر اگر خوشبو کا استعمال فرمائیں تو "ہم خرا و ہم ثواب" کا مصداق ہوگا۔ طبی فوائد سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور اتباع سنت و حب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی برکت اور اُس کا ثواب بھی ہاتھ سے نہ جائیگا۔

صنف نازک سے محبت دوسری چیز جس کی پرداخت منظور خاطر اقدس تھی وہ صنف نازک ہے۔ اللہ سبحانہ کے مخلوقات میں یوں تو ہر ذرہ کائنات ایک لاقیمت نعمت ہے لیکن اُن کے منجملہ عورت دنیا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ جو مردوں کے تصرف میں دیگئی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ اس کی قدر نہ جان کر عیش زندگی تلخ کر لیتے۔ اور عدالتہا کی کشاکش میں مبتلا ہوتے ہیں کہیں نفقہ کے مقدمات پیش ہیں تو کہیں خلع و طلاق وغیرہ کے۔

اس میں شک نہیں کہ عدالت اگر اپنے حقیقی معنی پر قائم ہو تو اس کی وجہ سے زمین کے حقوق کا تصفیہ اچھی طرح ہو جاتا ہے اور ایک کو دوسرے پر زیادتی کا موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ عدالت اور محبت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عدالت تو کسی فریق کی زیادتی کو دفع کرتی ہے

لیکن میدان محبت وہ ہے کہ یہاں زیادتی کا نام و نشان ہی نہیں۔ شعراء تو محبوب کے ظلم و ستم کی بڑی بڑی کہانیاں اور داستانیں لکھ مارتے ہیں مگر کوئی اس مظلوم و ستم زدہ محبت سے پوچھے کہ اس کی نظر میں مظالم کی کہاں تک اصلیت ہے۔ محبت ہو تو ایک ایک تکلیف میں بھی لطف آتا ہے۔ اور ایک ایک زخم بھی گلزار کا رنگ دکھاتا ہے۔ دکھ درد۔ رنج و تعب کا تو وہاں گزر ہی نہیں۔

حضرات! اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے محبت ہے تو مبارک ہو۔ مگر غور کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبوب چیزیں آپ کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا سلوک کیا ہے۔ اگر آپ عدالت کا برتاؤ کرتے ہیں تو بھی مضمون بالا کے مدنظر وہ محبت کی تعریف میں داخل نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کتنا زبردست مضمون اور کیسی اصولی باتیں حضرت صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معمولی اشاروں میں بیان فرما دیں۔ اور کیسے مدتوں کے جھگڑے ایک مختصر سے جملہ میں طے فرما دیے۔ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ...... اَلنِّسَاءُ۔ فداہ نفسی و ابی و امی۔

نماز کی محبت تیسری چیز جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو محبت ہے اور آپ نے اسکو اپنی مبارک آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ وہ نماز ہے جس کی پابندی سات سال کی عمر ہی سے شروع ہو جانی چاہیے جو حد حضانت کے ختم کا زمانہ ہے۔ اگر دس سال کی عمر ہو گئی اور ہنوز پابندی نہ کی گئی تو ضرب کا حکم آیا ہے۔ اور زمانہ بلوغ کے بعد سے تو مدت العمر نماز فرض ہی ہو جاتی ہے۔ سفر و حضر، شادی و غمی۔ رنج و راحت، صحت و مرض

تنگی و فراخی فقر و فاقہ امن و خوف ہر حال میں یکساں طور پر فرض ہے کبھی فرضیت متغیر نہیں ہو سکتی۔ بارہا سنا دیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے کس درجہ شوق تھا۔ جب کبھی فرصت مل جاتی یا سب لوگ سو رہتے یا کوئی ضرورت پیش آتی۔ یا کوئی مہم رونما ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں نماز ہی سے مدد لیجاتی تھی۔ بارش نہیں ہوئی تو صلوٰۃ الاستسقاء، چاند گہن سورج گہن ہو گیا تو صلوٰۃ الکسوف والخسوف۔ میت کے لئے صلوٰۃ الجنازہ سب اس اجمال کی تفصیل ہے۔ قرآن پاک میں کتنی تاکیدات وارد ہوئی ہیں۔ اور کس کس طریقے سے سمجھایا گیا ہے۔ احادیث شریفہ میں کیسی سزا و جزا سنائی گئی ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے لئے جس درجہ تاکید وارد ہے اس سے اسی حد تک تغافل و تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ جس چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح فرما دی کہ وہ مجھے محبوب ہے اور نہ صرف محبوب بلکہ اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس سے تغافل برتا جانا بارگاہ رسالت میں کس درجہ محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے آپ خود فیصلہ کیجیے۔

قوم سے خطاب

حضرات! ابھی وقت ہے اس کو ضائع نہ کیجیے اگر آپ اس سے صحیح طور پر کام لیں تو اس تھوڑے سے رہے سہے وقت میں بھی آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی سنبھال اور درستی بڑی حد تک ہو سکتی ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ی فرضیت
نماز سے
ضرورت
نماز
یقین ہوگیا
کی تفصیل
طریقے سے
دیکھا جاتا
تغافل
علیہ آلہ وسلم
سے میری
میں کس وجہ

اس سے
آپ بہت
ہوسکتی
استقلال
صحابہ

مذہبی کتابیں

جن کا پڑھنا سننا سنانا۔ خریدنا خرید کر مفت تقسیم کرنا باعث اجر و ثواب وغیرہ برکات ہے۔
قصوں کہانیوں ناولوں اور مخرب اخلاق اشعار میں کب تک اوقات خراب کروگے اور بار و تنزل کی انتہا
ہوچکی خواب غفلت سے جاگو مذہب سے واقف ہو اور اس کے ہدایات پر عمل کرو۔ ان کتابوں سے
تم کو سبق ملیگا جن کو یاد رکھنا دین و دنیا دونوں کی کامیابی کا باعث ہوگا۔ فقط

مواعظ میلاد	مجالس محبوب	مثنوی فیاض	ہدایت الاخلاق	علم دین کی پہلی کتاب	حبیب المیلاد
ضرورت علم دین	رد اعتقادات منفر	تصدیق رسالت	طہارت	آخرت	حفظ لسان
غصہ و غضب	زکوٰۃ	اعلم البقاء	اغوائے شیطان	میلاد الرسول	اسوۂ حسنہ
اردو ترجمہ قصیدہ بردہ	اعلم الاولیا	معراج الرسول	وساوس شیطانی	مسائل نماز و کفارات	روزہ رمضان
فطرت و عقیدہ	تعلیم اسلام	قرآن	دنیا کی حقیقت	گناہ کی حقیقت	واقعہ کربلا
ایثار	نجات و شفاعت	ماہ میلاد	سیرۃ النبی	اثبات نبوت	کلمات الرسول
رسول کی محبت	شان صحابہ	احکام شرعی کی حکمتیں	اطمینان قلب	یقین	عبادات الٰہی
مکافات عمل	امام اعظم	شب برات	موسیقی اور مشاعرے	کلمات طیبات	صبر و تحمل
عباد الرحمان	امانت و دیانت	محرم کی حقیقت	مسلمانوں کے حقوق	حقیقت ایمان	مجالس خلفا
حضرت غوث اعظم کے اقوال	کمال رسول	سید الشہدا کی مہار	جنت الحمزہ	اطاعت و اطاعت	نور حسین
معرفت	تاریخ کعبہ	غوث اعظم	نماز	دعا	لہو و لعب
اصول قدرت	تصویر	صراط مستقیم	خواب	عبادت	حسد
ضرورت فقہ	اسباب ارتداد	ممانعت سود	بیماری	آل مساجد	امام حسین
فضیلت علم	علم اور علما	تسلیم	مرض فاحش	محاسبہ	تہجد
مشکلات معرکہ	مجالس وعظ	معتقد ہو کال	دین و دنیا	اللہ	نماز کی کل

دار الکتب واعظ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن سے طلب کیجیے